ابنِ صفی

جلد نمبر
25

جاسوسی دنیا

76- وبائی ہیجان

77- اونچا شکار

78- آوارہ شہزادہ

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 25

76	وبائی ہیجان
77	اونچا شکار
78	آوارہ شہزادہ

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر ....خالد سلطان
پرنٹر ....یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 76

وبائی ہیجان

(مکمل ناول)

پیشرس

جاسوسی دنیا کا چھہترواں ناول حاضر ہے.... یہ بھی تاخیر ہی سے پیش کر رہا ہوں۔ اگر ایک بار ڈیوڑھ بگڑ جائے تو پھر دوبارہ اعتدال بھی آنے کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آج کل کراچی کا موسم کیسا جارہا ہے۔ ایسے موسم میں اگر کوئی لکھنے بیٹھے تو کیا لکھے گا اور کتنا لکھ سکے گا۔ پھر بھی آپ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس بار آنچ اور انگاروں میں بیٹھ کر قہقہوں کی جنت تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کہانی میں حمید آپ کو ایک ایسے روپ میں نظر آئے گا، جس روپ میں آپ نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کچھ دیر قاسم صاحب سے بھی ملاقات رہے گی۔ مگر اس ملاقات کے اثرات کافی دیرپا ثابت ہوں گے۔ یعنی آپ کو جب بھی یہ سچویشن یاد آئے گی۔ آپ بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔ شہر میں ایک عجیب وغریب وبا پھیلتی ہے اور حمید بھی اس وبا کا شکار ہو جاتا ہے۔ فریدی اس وباء سے بچنے کے لئے شاید وقتی طور پر شہر ہی چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کہانی بھی میری دوسری کہانیوں کی طرح اپنا ایک الگ انداز رکھتی ہے۔ کہانی میں آپ کو کئی نکتے ایسے بھی ملیں گے، جن پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ان پر آپ خود غور کیجئے کہ ایسا کیونکر ہوا ہوگا۔ یا اس کے بعد کیا ہوا ہوگا۔

ابن صفی

کھوپڑی

نادر محل ایک بہت پرانی عمارت تھی۔اس کے بعض حصے ٹوٹ کر کھنڈر میں تبدیل ہو گئے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی صحیح و سالم حصوں میں پہنچنے کے لئے صدر دروازے کا قفل کھولنا ضروری تھا یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ بیس بائیس فٹ اونچی دیواریں پھلانگی جائیں۔

یہ عمارت پچھلے دور کی یادگار تھی اور شہر کے اس حصے میں آباد تھی جسے آج بھی پرانے شہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں کی اکثر عمارتیں پرانی اور مرمت طلب تھیں، لیکن بہت کم ایسی تھیں، جو آباد نہ ہوں۔ غیر آباد عمارتوں میں نادر محل بھی تھا۔ایک دن آس پاس والوں کو معلوم ہوا کہ نادر محل بھی کرائے پر اٹھ گیا ہے۔اس کے مالکان نئے شہر کے ایک جدید طرز پر آباد حصے میں رہتے تھے۔

کرائے پر اٹھنے کی خبر تو نہیں ملی تھی لیکن ابھی تک اسمیں کسی نے رہائش نہیں اختیار کی تھی۔

تین چار دن بعد نادر محل کے صدر دروازے پر ایک ٹیکسی رکی اور چار آدمی اترے جن کے جسموں پر بہترین قسم کے سوٹ تھے۔ ان میں سے ایک نے صدر دروازے کا قفل کھولا اور وہ چاروں اندر داخل ہو گئے۔

صدر دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔اب وہ ایک لمبی سی نیم تاریک راہداری میں تھے، جو ابابیلوں اور چمگادڑوں کی بیٹ کی بدبو سے گونج رہی تھی۔

راہداری سے گزر کر وہ صحن میں آئے۔ یہاں چاروں طرف جھاڑ جھنکاڑ نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سالہا سال سے کوئی ادھر نہ آیا ہو۔

چاروں وحشت زدہ سے نظر آنے لگے۔ دفعتاً ان میں سے ایک نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر ایک چھوٹی سی سرخ جھنڈی لہریں لے رہی تھی۔

وہ صحن سے گذر کر وسیع دالان میں پہنچے۔ یہیں کے ایک دروازے پر جھنڈی لہرا رہی تھی۔ چوڑے شانے والے آدمی نے مڑ کر اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر دروازے میں داخل ہو گیا۔ اُسے توقع تھی کہ یہ کمرہ بھی نیم تاریک اور گرد و غبار کے اٹا ہوا ہوگا لیکن اس کے برخلاف اس کی صاف ستھری فضا نے اسے متحیر ہونے پر مجبور کر دیا۔ بڑے بڑے روشندانوں سے روشنی اندر آ رہی تھی اور یہاں اُس قسم کی بدبو کا نام و نشان تک نہیں تھا جس سے گزر کر وہ صحن میں پہنچے تھے۔

کمرے کے وسط میں چمکدار سطح والی ایک بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی لیکن اُس پر جو چیز نظر آئی اس نے اس کے قدم روک دیئے۔ یہ کسی آدمی کی کھوپڑی کی ہڈی تھی۔ شفاف اور چمکدار دانتوں کی سفید سفید قطاریں بڑی بھیانک لگ رہی تھیں۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں سے کچھ آگے بڑھ آیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اُن کی طرف مڑ کر دیکھا۔ تینوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ انہوں نے بیک وقت اپنے ہونٹوں پر زبانیں پھیریں۔

وہ چند لمحے اُن کی طرف دیکھتا رہا لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ شانے نمایاں طور پر چوڑے تھے اور بال ہٹلر کی سی اسٹائل میں پیشانی پر جھولتے رہتے تھے۔

وہ بڑی توجہ اور دلچسپی سے اس کھوپڑی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر میز کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو....!" اس کا ایک ساتھی ہاتھ اٹھا کر پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "پتہ نہیں یہ کون سا شیطانی چکر ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔"

چوڑے شانے والے نے لاپروائی سے گردن جھٹک کر کھوپڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں....!" دوسرے نے بھی اُسے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن اس کا ہاتھ کھوپڑی پر پڑ ہی گیا مگر پھر جھٹکے کے ساتھ ہٹ آیا۔ کھوپڑی سے عجیب قسم کی آواز نکلی تھی.... اور پھر اُس نے دائرے کی شکل میں میز پر ناچنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تینوں آدمی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہوئے بھاگ نکلے لیکن چوڑے شانے والا میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے قدرے جھکا ہوا کھوپڑی کا ناچ دیکھتا رہا۔ نہ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور نہ خوف کی جھلکیاں تھیں بلکہ انکے برخلاف حقارت جھانک رہی تھی۔

یک بیک اس نے پھر ہاتھ بڑھایا اور ناچتی ہوئی کھوپڑی کو پکڑ لیا۔ کھوپڑی رک گئی اور اب اُس سے خارج ہونے والی بھنبھناہٹ بھی رک گئی تھی۔ لیکن جیسے ہی اُس نے اُسے میز سے اٹھایا بھنبھناہٹ کی آواز پھر خارج ہونے لگی۔

اس نے کھوپڑی کے نچلے حصے کو اپنی طرف کر لیا۔ تین چھوٹے چھوٹے پہیئے بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے اور ان کی یہی گردش بھنبھناہٹ کی آواز پیدا کر رہی تھی۔

وہ اسے اسی طرح اٹھائے رہا اور تھوڑی دیر بعد پہیوں کی گردش تھم گئی۔ چوڑے شانے والے کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اس نے کھوپڑی کو میز پر ڈال دیا اور متجسانہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُس قدیم عمارت کے ایک ایک گوشے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ اسے اپنے اُن ساتھیوں کی بھی پرواہ نہیں تھی، جو کچھ دیر پہلے ڈر کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ پوری عمارت کا چکر لگا لینے کے بعد وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آگیا جہاں اُس نے میز پر کھوپڑی چھوڑی تھی۔ مگر اب اُس کھوپڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اُس نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور کمرے سے باہر نکل آیا.... لیکن اس کے انداز سے خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا اس کے برعکس اس کی آنکھوں میں شوخیوں اور شرارتوں کی بجلیاں کوندرہی تھیں۔

وہ بچے تلے قدم اٹھاتا ہوا عمارت سے باہر آگیا۔ صدر دروازہ دوبارہ مقفل کر کے وہ ٹیکسی کی طرف چل پڑا۔ ٹیکسی میں اُس کے تینوں ساتھی موجود تھے۔ اُسے دیکھ کر اُن کے چہرے کھل اٹھے۔

وہ خاموشی سے ڈرائیور کے پاس جا بیٹھا۔ ڈرائیور کچھ نروس سا نظر آرہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے تینوں ساتھیوں کی بدحواسی دیکھ کر پریشان ہو گیا ہو۔

"چلو....!" چوڑے شانے والا غرایا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ سب خاموش تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ گرین اسکوائر کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے۔

شام کے تین بجے تھے۔ ابھی ہوٹلوں میں اتنی بھیڑ نہیں ہوئی تھی کہ انہیں کوئی خالی میز نہ ملتی۔ وہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہم کیا کرتے ناگر....!" دفعتاً اُس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔ "ہمیں اس کی توقع نہیں تھی کہ وہاں....!"

"ایک ایسی کھوپڑی سے ملاقات ہو گی، جو بڑے بڑے ہاتھوں کو چبائے بغیر نگل لیتی ہے۔" ناگر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سنو یار....!" دوسرا ساتھی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ کام ہمیں پاگل بنا دے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان حرکتوں کا مقصد کیا ہے۔"

"کیا اب تک تمہیں کسی کو دھوکا دینا پڑا ہے؟" ناگر غرایا۔

"نہیں....!"

"کسی کو قتل کرنا پڑا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر کیوں دم نکل رہا ہے۔ کیا تمہیں معقول معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔ اس پکڑ دھکڑ کے زمانے میں جب تم قرضوں کے بار سے لدے جا رہے تھے اور فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی کیا یہ ملازمت ایک آسمانی انعام سے کم درجہ رکھتی ہے۔"

"ہم صرف مقصد جاننا چاہتے ہیں ناگر....!" تیسرے آدمی نے کہا۔

"مقصد تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" ناگر نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"اگر ہمیں کسی کو قتل کرنا پڑا ہوتا تو ہم مطمئن ہو جاتے۔ چین سے سو سکتے لیکن ایسے حالات میں....!"

"تم اب بھی چین سے سو سکتے ہو۔"

"نہیں ایسے حالات میں ممکن نہیں۔"

"حالات ہی سے پیچھا چھڑا لو۔ تمہیں کسی نے پکڑ نہیں رکھا ہے۔" ناگر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

ایک ناگوار سی خاموشی چھا گئی۔ انہوں نے ناگر کا یہ جملہ اچھے دل سے نہیں سنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تم اپنی کہو۔ وہ کھوپڑی کیسی تھی۔"

"بس کھوپڑی۔۔۔۔!" ناگر مسکرایا۔ "اور۔۔۔ اور ناچ رہی تھی۔۔۔ پھر ناچتے ناچتے غائب ہو گئی۔"

"غائب ہو گئی۔" تینوں نے بیک وقت کہا۔

"ہاں غائب ہو گئی۔" ناگر نے لاپروائی سے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔ تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔"

"کیا بات ہوئی۔" ناگر مسکرایا۔ "اگر غائب نہ ہو گئی ہوتی تو دیکھتا کہ وہ کیا بلا تھی۔"

"کیا تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو۔"

"میں۔۔۔۔ نہیں تو۔۔۔۔ تم خود ہی ڈر کر بھاگے۔"

"یہ ہیں رستم کے بھتیجے۔" ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم خواہ مخواہ اپنی کھوپڑی خالی نہ کرو۔"

"ورنہ وہ بھی خالی ہو کر ناچنے لگے گی۔" ناگر نے قہقہہ لگایا۔

"اب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔" تیسرا بولا، جو دیر سے خاموش تھا۔

"ناگر ہی ہمیں بیوقوف بنا رہا ہے۔"

"اور تم پر ہزاروں روپے خرچ کر کے بیوقوف بن رہا ہے۔" ناگر نے مسکرا کر کہا۔

"کون جانے کوئی لمبا چکر ہو۔ لاکھوں کے وارے نیارے ہوں اور ہمیں بیوقوف بنا کر صرف ہزاروں سے کام نکالا جا رہا ہو۔ ناگر کو کون نہیں جانتا۔"

"دیکھو۔۔۔۔!" ناگر نے دفعتاً سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ مجھے جواب دہ نہیں ہو اور نہ میں نے تمہیں نوکر رکھا ہے۔ اگر تم الگ ہونا چاہتے ہو تو شوق سے ہو جاؤ۔ یہاں تو آم کھانے سے مطلب ہے۔ اگر ہو سکا تو گٹھلیوں کے بھی دام وصول کرنے کی کوشش کریں گے۔ البتہ درخت وہی گنتا پھرے جس نے لگائے ہوں۔"

"آہا۔۔۔۔ تو کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ ناگر کو اس لونڈیا سے روٹیاں ملتی ہیں۔"

"تمہیں کس سے ملتی ہیں۔" ناگر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ "ناگر کا وقت بگڑ گیا ہے۔ اس لئے تم لوگ اُس سے اس لہجے میں گفتگو کرنے کی ہمت کر رہے ہو۔"

"کرنل فریدی کی وجہ سے بہتوں کا وقت بگڑ گیا ہے اکیلے تم ہی نہیں ہو۔"

"کچھ بھی ہو! میں تھوڑے دنوں تک ہاتھ پیر بچا کر رہنا چاہتا ہوں، اُس کے بعد کرنل فریدی کو بھی دیکھوں گا۔ یہ چیز میرے ذہن سے کبھی نہیں نکل سکتی کہ میں اس کی وجہ سے کوڑی کوڑی کا محتاج ہو رہا ہوں۔ تین جوئے خانے بند کرنے پڑے.... ایک پرستانی اڈہ ختم کرنا پڑا.... اور....!"

وہ چاروں اس سمت دیکھنے لگے جدھر سے ایک اسمارٹ قسم کی یوریشین لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ان کی طرف آرہی تھی۔ یہ سرمئی پتلون اور سفید سلکن جیکٹ میں بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگھریالے تھے۔

وہ احتراماً کھڑے ہوگئے۔ لڑکی نے سر ہلا کر شاید خوشی ظاہر کی تھی اور اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ گہری نیلی نظر آنے لگی تھیں۔

ایک نے اس کے لئے میز کے قریب کرسی کھسکائی اور اس نے اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس کا یہ تجربہ تم لوگوں کے لئے تھوڑا بہت پریشان کن ثابت ہوا ہوگا۔" پھر وہ ناگر کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

ناگر کی آنکھوں میں سوال تھا.... شاید وہ اس مسکراہٹ کا مطلب معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"آج تصفیہ ہوگیا مسٹر ناگر....!" لڑکی نے کہا۔

"کس بات کا تصفیہ۔"

"یہ لوگ تمہارے چارج میں رہیں گے.... باس کا خیال ہے کہ تم بہتر طور پر ان کی رہنمائی کر سکو گے۔"

"اس خیال کی وجہ....!" ناگر مسکرایا.... وہ اُس کے گھونگھریالے بالوں میں جیسے کچھ تلاش کر رہا تھا۔

"ناچنے والی کھوپڑی.... باس تمہیں ایک مضبوط دل والا اور ذہین آدمی سمجھتا ہے۔"

ناگر نے اپنے ساتھیوں کی آنکھوں میں بے اعتباری کی جھلکیاں دیکھیں.... اور پھر مسکرا کر بولا۔ "مگر ان لوگوں کا خیال ہے کہ باس میں ہی ہوں۔"

"میں اور تم کوئی ایسا پلاٹ بنا رہے ہیں.... کوئی ایسا پلاٹ....!" وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

لڑکی نے ایک سریلا سا قہقہہ لگایا۔ "حالات ہی ایسے ہیں مسٹر ناگر۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔۔۔ مگر چونکہ ابھی تک میری دانست میں ہم لوگوں کے ذریعہ کوئی غیر قانونی حرکت نہیں ہوئی۔ اس لئے سوچتی ہوں کہ۔۔۔۔!"

"ٹھیک سوچتی ہو تم۔۔۔۔!" ناگر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس مسئلے پر بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔۔۔۔ اب یہ بتاؤ کہ مجھے احکامات تمہارے توسط سے ملیں گے یا براہِ راست۔۔۔۔!"

"فی الحال میرے ہی توسط سے۔۔۔۔!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔۔۔۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔۔۔۔!" ناگر بے حد خوش نظر آنے لگا تھا اور اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کیوں۔۔۔۔؟" لڑکی چونک کر اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اوہ۔۔۔۔ کک۔۔۔۔ کچھ نہیں۔" ناگر بغلیں جھانکنے لگا۔

لڑکی نے بھی بات اڑادی۔ اُن میں سے ایک نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ منگوایا تھا۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد چائے آگئی جس کے ساتھ جھینگے اور سینڈوچز بھی تھے۔ ناگر کے تینوں ساتھی غیر مطمئن نظر آرہے تھے۔ چائے کے دوران میں وہ خاموش ہی رہے۔ اس کے بعد لڑکی نے کہا کہ ناگر اُس سے چھ بجے شام کو میونسپل گارڈن میں ملے۔

پھر وہ چائے پئے بغیر اٹھ گئی۔ وہ چاروں ہی اُسے پر اشتیاق نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُس کے چلنے کا انداز بے حد دلکش تھا۔

"چلو۔۔۔۔ یہ بھی ایک ہی رہی۔" تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بولا۔ "اب ہماری نکیل ناگر کے ہاتھوں میں ہے یعنی کہ۔۔۔۔!"

وہ خاموش ہو کر ناگر کی طرف دیکھنے لگا۔ ناگر مسکرا رہا تھا۔

"تو یہ کھوپڑی کا قصہ دراصل ہمارا امتحان تھا۔۔۔۔ کیوں ناگر۔" دوسرا بولا۔

"نئی اطلاع سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔" ناگر نے لاپروائی سے کہا۔

"اچھا۔۔۔۔ اب اگر ہم کام کرنے سے انکار کردیں تو۔۔۔۔!"

"میرا کیا بگڑے گا اس سے۔۔۔۔ مجھے صرف اتنا ہی کرنا ہوگا کہ تمہارے فیصلے کی اطلاع باس

کو دے دوں۔"

"اس کے بعد پولیس بھی ہماری بہم پہنچائی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔"

یک بیک ناگر بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"جب تک ناگر اس کھیل میں شریک ہے تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" ناگر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں بالکل ہی بے دست و پا ہو گیا ہوں۔ وقتی مصلحت تھی کہ میں نے اپنے جوئے خانے بند کر دیئے، ورنہ ناگر کے بازوؤں میں اب بھی قوت موجود ہے اور اس کا جوڑ توڑ کرنے والا ذہن بھی آزاد ہے۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو۔" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صرف ایک معاملہ صاف کیا ہے۔" ناگر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے الگ ہو کر بھی خسارے ہی میں رہو گے۔ میں آج بھی اپنے راستے پر آئے ہوئے روڑوں کو ٹھوکر مار کر ایک طرف ہٹا سکتا ہوں۔"

"ارے یار تم مذاق کو لے دوڑے۔ ختم بھی کرو۔"

"چلو.... ختم....!" ناگر نے کہا اور ہنس پڑا۔

"وہ چھ بجے تم سے ملے گی۔" ایک نے پوچھا۔

"ہاں.... آں۔"

"اور وہاں ہم میں سے کوئی بھی نہ ہو گا۔"

"قطعی....!"

"اگر ہم میں سے کوئی موجود ہوا تو....!"

"اُسے ہم سے کم از کم اتنے فاصلے پر رہنا پڑے گا کہ وہ ہماری گفتگو نہ سن سکے۔"

انہوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "یہ چیز تمہارے ذہنوں سے نہیں نکل سکتی کہ میں ہی باس ہوں۔"

وہ کافی دیر تک اسی مسئلے پر گفتگو کرتے رہے پھر ناگر ہی وہاں بیٹھا رہ گیا۔ اس کے تینوں ساتھی اٹھ گئے تھے۔

ناگر تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا پھر اٹھ کر کاؤنٹر کلرک کے قریب آیا۔ یہ ایک سیاہ فام مگر اچھے ناک نقشے والی لڑکی تھی۔

"میری کوئی کال....!" اُس نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں.... ناگی.... اوہ.... سنو تو.... تم آج کل عموماً بہت جلدی میں رہتے ہو۔ کیا تم مجھے نہ بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون ہے؟"

"وہ میری ایک ملنے والی ہے برتھی۔ کہو یہاں تمہارا دل لگ رہا ہے نا۔ کیوں لگتا ہوگا.... گھبراؤ نہیں میں پھر کاروبار شروع کرنیوالا ہوں۔ اچھا.... چیریو.... میری کالوں کا خیال رکھنا۔"

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چیخیں

لیڈی انسپکٹر ریکھا نے پکنک کا پروگرام بڑی خاموشی سے بنایا تھا اور پکنک پارٹی میں سب لڑکیاں ہی تھیں۔ ان کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی۔ لڑکیاں سب محکمے ہی کی تھیں۔

پروگرام بنانے میں رازداری اس لئے برتی گئی تھی کہ کہیں کیپٹن حمید کے کانوں میں بھنک نہ پڑ جائے۔ مگر ان میں کچھ لڑکیاں ایسی بھی تھیں جن کے لئے حمید کی موجودگی ہی سب سے بڑی تفریح ہوتی۔ بس ایک نے حمید تک پہنچا ہی دی یہ بات۔

اتوار کی صبح تھی۔ وہ سب فن آئی لینڈ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ان کے ساتھ کھانے پینے کا بہترین سامان تھا۔ ریکھا کی ایک خالہ مرغ مسلم کی اسپیشلسٹ تھی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس موقع پر اُس کے باسکٹ میں دو چار مرغ مسلم کیوں نہ ہوتے۔ ہلدا ٹپل جو سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو تھی اپنے باسکٹ میں صرف کچی ادرک ملے ہوئے قیمے کے سموسے بھر لائی تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس قسم کے سموسوں کی لذت کا راز صرف ان کے خاندان والوں کو معلوم تھا، جو سینہ بہ سینہ اُس تک بھی پہنچا تھا۔ جولیا ڈرینہام صرف پڈنگ لائی تھی اور پڈنگ بھی ایسی، جو اُس کے خیال کے مطابق ہنری ہشتم ہی کے خاندان کا راز تھا، جو سینہ بسینہ جولیا ڈرینہام تک چلا آیا تھا۔

ثریا اکبر مونگ کے پاپڑ لائی تھی جس کا نسخہ اس کی دادی اپنے ساتھ لیتی چلی گئی تھی لیکن پھر

غلطی کا احساس ہوتے اُسے بوالپسی ڈاک ٹریا تک پہنچانا پڑا تھا۔

غرضیکہ جتنی بھی چیزیں تھیں سب پر اسپیشل کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔

فن آئی لینڈ پہنچ کر انہوں نے ایک سر سبز ٹیکرہ منتخب کیا۔ جس پر ایک سایہ دار درخت بھی تھا۔

تھوڑی دیر بعد تفریح شروع ہو گئی۔ کسی نے گراموفون سنبھال لیا اور کوئی تھرکنے لگی۔ کچھ تاش کھیلنے بیٹھ گئیں اور کچھ سبزے پر چت لیٹ کر ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھرنے لگیں۔

پھر ایک خوش رنگ پرندے کو پکڑنے کے لئے انہیں ٹیکرے سے نیچے بھی اترنا پڑا۔ یہ پرندہ نہ جانے کدھر سے آیا تھا، جو زیادہ دور تک نہیں اڑ سکتا تھا۔

وہ تھوڑی دور اڑتا اور پھر زمین پر آرہتا۔ یہ اس کے پیچھے دوڑتیں اور پھر جیسے ہی قریب پہنچتیں وہ پھر اڑ جاتا۔ اس طرح وہ ٹیکرے سے نیچے اتر آئیں۔ لیکن پرندہ ابھی تک اُن کے ہاتھ نہیں لگا تھا.... اور پھر ایک بار تو وہ بالکل ہی ناامید ہو گئیں۔ پرندہ ایک اونچے درخت کی شاخ میں پنجے گاڑے پر پھڑپھڑا رہا تھا پہلے تو وہ سمجھیں کہ پرندہ سنبھل نہیں سکے گا لیکن پھر وہ شاخ پر جم ہی گیا تھا۔

"اگر اسے پھر اڑایا جائے۔" ایک لڑکی نے تجویز پیش کرنی چاہی۔

"ارے جانے بھی دو۔" ریکھا نے کہا۔ "میں تو دراصل یہی چاہتی تھی کہ وہ درخت پر پہنچ جائے ورنہ کسی جانور کا لقمہ بن جاتا۔"

"پتہ نہیں کیا بات ہے.... کچھ مزہ نہیں آرہا ہے۔" جولیا بولی۔

"کیوں مزہ کیوں نہیں آرہا ہے۔" ریکھا نے پوچھا۔

"خدا جانے.... یہ ساری تفریح کچھ پھیکی پھیکی سی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" ریکھا مسکرائی پھر سنجیدگی سے بولی۔ "تفریح تمہیں اسی لئے پھیکی لگ رہی ہے کہ کوئی مرد ساتھ نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم نے صحیح اندازہ لگایا ہو...." جولیا نے کہا۔

"ارے ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے .... چلو....!" ہلدا نے کہا اور دوڑ کر ٹیکرے پر چڑھنے لگی۔

پھر وہ سب وہیں آ گئیں جہاں اُن کا سامان رکھا ہوا تھا۔

لیکن اُس وقت قیامت آ گئی جب وہ تھک تھکا کر کھانے کے لئے بیٹھیں کیونکہ ریکھا کے باسکٹ سے تین کڑکڑانے والی مرغیاں برآمد ہوئی تھیں مگر چونکہ مردہ تھیں اس لئے کڑکڑا کر اُن کا جی نہیں خوش کر سکتی تھیں۔ سموسوں کی باسکٹ میں گھونگھے اور سیپیاں نظر آئیں۔ ثریا اکبر کے اسپیشل پاپڑ پیڑیوں میں تبدیل ہو چکے تھے، البتہ جولیا کی لائی ہوئی شاہی پڈنگ بالکل محفوظ تھی۔

ریکھا نے اشتباہ آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ صرف ریکھا ہی خاموش تھی، ورنہ اور تو جس کے جی میں جو آئی تھی کافی اسپیڈ سے بکے جا رہی تھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آیا اور وہ چاروں طرف اُس نامعقول چور کو تلاش کرنے لگیں، جو انہیں اس طرح چوٹ دے گیا تھا۔

ریکھا صرف جولیا کو گھورے جا رہی تھی۔

"ارے.... کیا اب تم مجھے کھاؤ گی۔" جولیا نے ہنس کر کہا۔

"شاید....!" ریکھا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ارے واہ.... کیا تم یہ سمجھتی ہو....!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی خالہ گلہری.... وہ کوئی نیولا ہی ہو گا۔ مگر اسے لکھ لو کہ اس نیولے کے ساتھ ہی تم بھی اپنی دم گنوا بیٹھو گی۔"

ٹیکرے نے نیچے مغرب کی جانب بڑا جھاڑ جھنکاڑ تھا۔ ان میں نرکلوں کی قد آدم جھاڑیاں بھی تھیں۔ ریکھا اُن سبھوں کو اِدھر اُدھر سرگرداں چھوڑ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھی۔ وہ آہستہ آہستہ اور بہت احتیاط سے چل رہی تھی۔ اُس نے یونہی خواہ مخواہ جھاڑیوں میں گھسنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اُسے جھاڑیوں سے گذرنے والی پگڈنڈی پر دو سموسے پڑے ہوئے ملے تھے۔

پگڈنڈی پر وہ دبے پاؤں چلتی رہی اور پھر ایک جگہ اُسے رک جانا پڑا۔ بائیں جانب والی جھاڑیوں میں کوئی تھا۔ پھر اُسے کھسر پھسر کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی آہستہ سے ہنسا بھی۔

وہ اکڑوں بیٹھ کر اندر جھانکنے لگی۔

❁

ایک مرغ حمید کے ہاتھوں میں تھا اور دوسرا قاسم کے ہاتھوں میں۔ تیسرا زمین پر بچھے

ہوئے رومال پر رکھا ہوا تھا اور دوسرے رومال پر سموسوں کا ڈھیر نظر آرہا تھا جسے شائد ابھی ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا تھا۔

قاسم مرغ نوچتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "واہ غمید بھائی جیو۔ یہ ریخا ڈارلنگ بھی غضب کی تھانے دار ہے.... ہی ہی ہی.... قیا مرغ پکایا ہے۔"

"ابے آہستہ بول.... زبان بند.... خبردار....!" حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔

"پیارے مجھے تو ہنسی آرہی ہے۔"

"حلق میں ڈنڈے اُتر جائیں گے اگر ہنسی آئی۔ ریکھا کو اتنے اختیارات ہیں کہ وہ تمہیں بند بھی کرا سکتی ہے۔"

"اے جاؤ، بہت دیکھی ہیں ایسی ریکھیاں ویکھائیں۔"

"میں کہتا ہوں خاموشی سے کھاؤ۔"

"مُخ.... خاموش.... غب.... ارے باپ رے۔" قاسم بیساختہ اچھل پڑا۔ ایک بڑا پتھر دھپ سے اس کی پیٹھ پر پڑا تھا۔ حمید کے ہاتھ سے مرغ چھوٹ پڑا کیونکہ ایک دو نہیں درجنوں پتھر جھاڑی میں گرے تھے۔ وہ دونوں وہاں سے نکل کر بھاگے۔

قاسم جھاڑیوں میں الجھ کر گر پڑا اور پھر اٹھنے میں اتنی دیر لگی کہ تین چار پتھر اس کی پیٹھ پر پڑ ہی گئے۔ ہر پتھر پر وہ اس طرح ڈکرایا تھا جیسے کوئی سرکش سانڈ ڈنڈوں پر رکھ لیا گیا ہو۔

حمید بھاگتے بھاگتے یکلخت پتھر چلانے والیوں کی طرف پلٹ پڑا۔ وہ اس اچانک تبدیلی پر بوکھلا گئیں اور ان کے ہاتھ سست پڑ گئے اور ان میں سے تین تو ایسی نروس ہوئیں کہ خود ہی دوسری سمت بھاگ نکلیں۔ حمید ریکھا کے قریب رک گیا۔

"خدا نے چاہا تو یہ مرغ تمہارے پیٹ میں سانپ بچھو بن جائیں گے۔"

"چلو سستے چھوٹے۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے تو یہ ڈر تھا کہ کہیں ہاتھی گھوڑے نہ بن جائیں۔"

اس پر ریکھا اور چڑھ گئی۔ دوسری لڑکیاں ہنس رہی تھیں۔ ان میں جولیا پیش پیش تھی۔

قاسم پھر انہیں جھاڑیوں میں دبک گیا تھا۔ ریکھا کی شکل دیکھ کر اُس کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی کہ حمید کے پاس آتا۔ وہ ریکھا سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ وہ کئی بار اس کی اچھی طرح خبر لے چکی تھی۔

"میں کرنل صاحب سے شکایت کروں گی۔" ریکھا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے سچ مچ حمید پر بڑا تاؤ آرہا تھا۔

"کرنل....!" حمید مسکرا کر بولا۔ "کرنل آج کل شکائتیں سننے کے موڈ نہیں ہیں کیونکہ وہ آج کل اپنے خاندان کے متعلق ریسرچ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہیں اس اطلاع سے خوشی بھی ہوئی ہو۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ انکے خاندان میں کبھی کسی نے محبت بھی کی تھی یا نہیں۔"

"مجھے کیوں خوشی ہو گی اس اطلاع پر۔" ریکھا اور زیادہ جھلا گئی۔

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی نے محبت کی تھی تو پھر جانتی ہو کیا ہو گا۔ تمہیں یقیناً خوشی ہو گی یہ معلوم کر کے۔"

"مجھ سے بے تکی بکواس مت کیا کرو۔ میں پوچھتی ہوں کہ تم نے کھانا کیوں چرایا۔"

"کھانے کیلئے.... اگر میں نے کھانے کی بجائے اُسے گلے سے لٹکایا ہو تو بلا شبہ مجھے گولی مار دو۔"

"میں گولی ہی مار دوں گی تمہیں کسی دن۔"

دفعتاً کئی چیخیں فضا میں اُبھریں۔ "بچاؤ.... بچاؤ۔"

آواز نسوانی تھی.... اب حمید کو خیال آیا کہ تین لڑکیاں ساحل کی طرف نشیب میں دوڑتی چلی گئی تھیں۔ آواز اسی سمت سے آئی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ سب ساکت رہ گئے.... اور پھر حمید آواز کی طرف دوڑ پڑا۔

اتنے میں دو لڑکیوں کے سر نشیب سے ابھرے۔ دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چیخ رہی تھیں۔

"ہلدا کو لے گئے.... ہلدا کو لے گئے.... دوڑو.... دوڑ....!"

وہ اوپر آئیں اور بے دم ہو کر گر پڑیں۔

"کون لے گیا ہلدا.... کو...." حمید چیخا۔

"اُدھر نیچے.... کیپٹن.... دوڑیئے۔" ایک ہانپتی ہوئی بولی۔ دوسری کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ حمید نشیب میں اترتا چلا گیا مگر اُدھر تو سناٹا تھا۔ دور تک کوئی کشتی بھی نہیں نظر آرہی تھی۔

وہ سمندر کے کنارے دور تک دوڑتا چلا گیا۔ لیکن ہلدا کا نشان کہیں نہ ملا۔

حمید پھر پلٹا.... لیڈی انسپکٹر ریکھا اور جولیا بھی اسی طرف دوڑی آرہی تھیں۔

"وہ دونوں بیہوش ہو گئی ہیں۔" ریکھا نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے

کہا۔ "ہلدا کہاں ہے۔"

"یہاں چاروں طرف سناٹا ہے۔" حمید نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

کتے کی لاش

ناگر کی پیشانی پر شکنیں نظر آرہی تھیں۔ اُس نے ایک بار پھر اُس لمبی چوڑی عمارت کو نیچے سے اوپر تک دیکھا اور پھر سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ لفٹ اوپر جاچکی تھی اور ابھی کئی امیدوار اُس کے منتظر تھے۔ ناگر کو اُس وقت تک وہیں ٹھہرے رہنا تھا جب تک وہ وہاں تنہا نہ رہ جاتا۔ اس کے جاننے والے اُس کی اس عادت سے بخوبی واقف تھے کہ وہ کسی لفٹ میں اُس وقت قدم رکھتا ہے جب وہ بالکل خالی ہو۔

سب جانتے تھے کہ وہ لفٹ خالی ہو جانے کے انتظار میں اکثر ایک ایک گھنٹے کھڑا رہ گیا ہے۔ اگر کبھی کوئی اس کی اس مضحکہ خیز حرکت کی وجہ پوچھ بیٹھتا تو وہ یا تو ہنس کر ٹال دیتا یا پھر بڑی سنجیدگی سے کہہ دیتا۔ "بس عادت ہی تو ہے۔ بہتیری عادتوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔"

بمشکل تمام پندرہ یا بیس منٹ بعد اس نے لفٹ کے اندر قدم رکھتے ہوئے لفٹ مین سے کہا۔

"ٹاپ فلور۔"

لفٹ مین نے باہر جھانک کر دیکھا شاید کوئی اور بھی ہو۔ لیکن کسی نے بھی اُسے رکنے کا اشارہ نہیں کیا البتہ ناگر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "میں جلدی میں ہوں دوست۔"

لفٹ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ اوپر اٹھنے لگی۔

ناگر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ آٹھویں منزل پر لفٹ رک گئی۔ ناگر باہر نکل کر بالکنی پر آگیا۔ اب وہ بائیں جانب چل رہا تھا۔ تین فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ چوتھے پر رک گیا۔ دروازے کے بائیں جانب نام کی تختی آویزاں تھی جس پر انگریزی میں "مونا کرسٹی" تحریر تھا۔

اُس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اندر سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر دروازہ کھلا۔

اُسی یوریشین لڑکی کا چہرہ باہر نکلا، جو ناگر سے ہوٹل میں ملی تھی۔

"آجاؤ.... اندر آجاؤ" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ دروازہ بھی پورا کھل گیا تھا۔ ناگر فلٹ ہیٹ اتار کر اندر داخل ہوا۔

یہ ایک معمولی طور پر سجا ہوا کمرہ تھا۔ ناگر نے اچٹتی ہوئی نظروں سے گردوپیش کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"پچھلی شام تم میونسپل گارڈن میں نہیں ملی تھیں۔"

"کیسے ملتی.... کیا تمہارے تینوں آدمی وہاں نہیں منڈلا رہے تھے؟ باس اسے پسند نہیں کرتا۔ وہ صرف تم پر اعتماد کرتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر کیوں۔"

"بیٹھو مسٹر ناگر.... میرا خیال ہے کہ وجہ سمجھنے کے لئے سر مارنا فضول ہی ہے۔"

ناگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے....!" لڑکی نے پوچھا۔

"شکریہ.... مس مونا کرسٹی.... میں کسی چیز کی بھی حاجت نہیں محسوس کر رہا ہوں۔"

لڑکی نے میز کی دراز سے سگریٹ نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کرتی ہوئی بولی۔ "تم سگریٹ بھی نہ قبول کرو گے کیونکہ پائپ پیتے ہو۔"

اس پر ناگر صرف مسکرا کر رہ گیا اور مونا اپنا سگریٹ سلگانے لگی۔ وہ اس وقت صرف ڈریسنگ گاؤن میں تھی اور اس کے سنہرے بال بے ترتیب نظر آ رہے تھے۔ ہونٹوں پر سرخی بھی نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود بھی وہ دلکش لگ رہی تھی۔

"یہ زندگی بھی عجیب ہے مسٹر ناگر۔" اُس نے کافی مقدار میں دھواں بکھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نہیں کہہ سکتے کہ آنے والے لمحات میں تمہارا ذہن تمہیں کدھر لے جا رہا ہو گا۔"

"اگر زندگی میں ایسے تغیرات نہ ہوں تو پھر کوئی کیسے جئے.... مس کرسٹی۔" ناگر مسکرایا۔

"کیا تم اپنی موجودہ حالت پر مطمئن ہو۔" وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"یہی سوال میرے تینوں ساتھی بھی بار بار دہرا چکے ہیں۔ مگر آج تک انہیں کوئی واضح جواب نہیں دے سکا۔ مطمئن ہونا یا نہ ہونا بھی حالات ہی پر منحصر ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں کہ میں پھانسی کے تختے پر بھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہوں۔"

"اسی لئے تو باس تم پر اعتماد کرتا ہے۔" مونا مسکرائی۔

ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ شائد وہ کچھ سوچ بھی رہا تھا۔ آنکھیں گہرے تفکر کا اظہار کر رہی تھیں۔ مونا چند لمحے اُسے خالی الذہنی کے سے انداز میں دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"آہا....!" ناگر مسکرا پڑا۔ "حالانکہ میری باس تم ہی ہو۔"

"میں کچھ بھی نہیں ہوں مسٹر ناگر۔" وہ مغموم لہجے میں بولی۔ "میرا کام صرف اتنا ہے کہ میں ایک نامعلوم آدمی کے پیغامات تم تک پہنچاتی رہوں۔ خواہ وہ پیغامات کسی دیوانے کی بکواس ہی کیوں نہ ہوں۔"

وہ استفہامیہ نظروں سے ناگر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"اور جب میں یہ بے تکے پیغامات اپنے تینوں ساتھیوں تک پہنچاتا ہوں تو وہ پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔" ناگر ہنس پڑا۔

"مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"قطعی نہیں۔"

"تب تم اس نامعلوم آدمی کے راز سے واقف ہو گے۔"

"میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کوئی آدمی ہے یا کسی ایسے لیڈر کی روح جس کے سر سے عوام کا سایہ اٹھ گیا ہو۔"

"لیڈر.... تم نے لیڈر کا حوالہ کیوں دیا۔" مونا نے حیرت سے دہرایا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ بے تکی حرکتیں کسی سیاسی نتیجے کی حامل ہوں گی۔"

"لیڈر.... میرا فوبیا ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "کسی خاص مقصد کے تحت میں نے لیڈر کا حوالہ نہیں دیا تھا۔"

"تم مجھے شروع ہی سے عجیب معلوم ہوتے ہو۔ کیا تمہیں یہ جاننے کی خواہش بھی نہیں ہے کہ وہ نامعلوم آدمی ہے کون۔"

"خواہش تو ہے.... مگر کیا یہ کبھی معلوم ہو سکے گا۔ شائد معلوم ہو جائے۔ سوال ہے کوشش کا۔ میں کوشش ہی کیوں کرنے لگا۔ مجھے یہ رقم گراں نہیں گزرتی، جو ان بے تکے کاموں کے

عیوض مل رہی ہے۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ تمہیں اس کے پیغامات کیسے ملتے ہیں؟"

"ٹرانسمیٹر پر.....!" اُس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر کہا۔

"ہام.... اچھا دیکھو..... معاملے کی بات تم نے مجھ سے کی تھی لیکن تمہیں اس کام پر کس نے اور کیسے آمادہ کیا تھا۔"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے..... مسٹر ناگر۔" لڑکی دردناک لہجے میں بولی۔

"کیا میری خاطر اُسے دہرانے کی تکلیف گوارا کرو گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی اور سگریٹ کے کش لیتی رہی پھر بولی۔

"میں دراصل اینگلو برمیز ہوں۔ چھ ماہ پہلے رنگون میں تھی۔ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا باپ انگریز تھا اور ماں برمیز۔ آج سے چھ ماہ پہلے مجھے لندن کے ایک وکیل کا خط ملا۔ جس نے لکھا تھا کہ میرے ایک لاولد چچا نے ایک بہت بڑی جائیداد چھوڑی ہے۔ جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی ہوں۔ میرے علاوہ اور کوئی قریبی عزیز موجود نہیں ہے۔ خط کے ساتھ ایک بڑی رقم کا ڈرافٹ بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا ہوگا۔ کیونکہ میں اس وقت ایک پرائیویٹ فرم میں بہت ہی معمولی تنخواہ پر ملازم تھی۔ بہر حال میں لندن کے لئے روانہ ہوگئی۔ مگر وہاں مجھے اس پتے پر اس نام کا کوئی وکیل نہ مل سکا۔ کئی دن تک سرگرداں رہی۔ آخر پھر برما کے ہائی کمیشن سے رجوع کیا۔ ایک ہفتے تک اس معاملے کی تفتیش ہوتی رہی لیکن نہ تو اُس وکیل ہی کا سراغ مل سکا اور نہ اُس بڑی جائیداد کا جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی تھی۔ البتہ جس بینک کے معرفت ڈرافٹ بھیجا گیا تھا وہاں اُس وکیل ہی کے نام سے رقم جمع ہوئی تھی اور وہاں بھی اس کا وہی پتہ درج تھا جو اس نے میرے خط میں تحریر کیا تھا۔ تقریباً ایک ماہ تک جھک مارنے کے بعد میں وہاں سے برما کے لئے روانہ ہوگئی۔ بحری سفر اختیار کیا تھا۔ ایک دن جب میں عرشے سے اپنے کیبن میں واپس گئی مجھے برتھ پر ایک لفافہ ملا جس میں کئی بڑے نوٹ تھے اور ایک خط بھی تھا جس میں تحریر تھا۔

"مائی ڈیئر مس کرسٹی! مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم لندن سے بے نیل و مرام واپس جا رہی ہو۔ مگر میں کیا کروں۔ ایک بہت بڑا دشمن میری اور تمہاری گھات میں ہے۔ میں تمہارے کاغذات سمیت روپوش ہوگیا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو میں بھی مار ڈالا جاتا اور تم بھی محفوظ نہ

رہتیں۔ اب اس وقت تک کے لئے یہ معاملہ ٹل رہا ہے، جب تک میں اس دشمن پر قابو نہ پالوں لیکن تمہیں مطمئن رہنا چاہئے۔ میں اسی طرح تمہاری مدد کرتا رہوں گا اور اب تمہیں زندگی بسر کرنے کے لئے معمولی قسم کی ملازمتیں نہ کرنی پڑیں گی۔ مطلب یہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے ملازمت تو کرنی پڑے گی لیکن تمہاری زندگی کا انحصار اس کی آمدنی پر نہ ہوگا۔ برما پہنچ کر تم یہی مشہور کرو گی کہ کسی نے تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ تم یہ نہیں ظاہر کرو گی کہ وکیل پوشیدہ طور پر اب بھی تمہاری مدد کر رہا ہے۔"

مونا خاموش ہو گئی اور ناگر دوبارہ اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"برما پہنچ کر میں نے دوبارہ فرم میں حاضری دی۔ عقلمندی یہی کی تھی کہ ملازمت چھوڑ کر نہیں گئی تھی بلکہ چھ ماہ کی رخصت حاصل کی تھی۔ تقریباً تین ماہ تک میں رنگون میں رہی۔ پُراسرار وکیل مجھے ہر ماہ خاصی بڑی رقم دیتا تھا اور میں عیش کر رہی تھی۔ ایک دن اُس نے مجھے پھر ہدایت کی کہ میں چھ ماہ کی رخصت لے کر تمہارے ملک کا پاسپورٹ حاصل کروں۔ میں نے پاسپورٹ کے لئے کوشش کی لیکن نہ مل سکا۔ وکیل نے اطلاع دی تھی کہ یہاں پہنچنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہاں بھی چچا نے ایک بڑا کاروبار چھوڑا ہے.... پھر ایک دن مجھے پاسپورٹ مل ہی گیا۔ لیکن یہ میرے نام کا نہیں تھا، ویسے اُس پر تصویر میری ہی تھی۔ یہ پاسپورٹ وکیل ہی نے کسی طرح حاصل کیا تھا۔ میں نے اس پر احتجاج کیا لیکن اس نے اس کی ذمہ داری لی کہ میں قانونی گرفت میں نہیں آنے پاؤں گی۔

مجھ پر تو بہر حال ایک بہت بڑی دولت کا نشہ طاری تھا۔ اس لئے میں بے چون و چرا یہاں کے لئے روانہ ہو گئی۔ مونا کرسٹی میرا جعلی نام ہے، جو پاسپورٹ پر درج ہے۔ یہاں آتے ہی وہ وکیل سے میرا باس بن گیا۔ اب مجھے اُس بڑی جائیداد کے متعلق کوئی جواب نہیں ملتا لیکن رقم اب بھی وہی ملتی ہے، جو پہلے ملتی رہی تھی۔ اکثر میں نے اُسے دھمکی بھی دی ہے کہ میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی جس کا جواب یہی ملا ہے کہ شوق سے دے دو۔ پولیس مجھے نہیں پاسکے گی۔ لیکن خود تم ایک بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ کیونکہ برما سے یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی ہو۔ بس میں خاموش رہ جاتی ہوں اور میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ آج تک تمہارا سامنا اُس وکیل سے نہیں ہوا۔" ناگر نے پوچھا۔

"ہاں.... یقین ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ میں جب اُسے پہچانتی ہی نہیں تو وہ ہزاروں بار میرے سامنے آیا ہوگا.... اور کیا یہ ممکن نہیں ہے...."

وہ خاموش ہو کر ناگر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ پھر شرارت آمیز لہجے میں بولی۔

"وہ وکیل تو تم بھی ہو سکتے ہو۔"

ناگر ہنسنے لگا اور وہ بدستور شرارت سے آنکھیں چمکاتی ہوئی بولی۔ "بتاؤنا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم وہی وکیل نہیں ہو۔"

"کیا ٹرانسمیٹر میں تم میری ہی آواز سنتی ہو۔"

"آواز بدلی بھی جا سکتی ہے اور پھر ٹرانسمیٹر پر آواز پہچاننا تو بہت مشکل ہے، جب کہ میں فون پر بھی اپنے بعض بے تکلف دوستوں کی آوازیں پہچاننے کا سلیقہ نہیں رکھتی۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "میں تمہیں یقین نہیں دلا سکوں گا کہ میں ہی وہ وکیل نہیں ہوں، جواب تمہارا باس بن بیٹھا ہے۔ مگر تم نے آخر یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا دیا۔"

"تاکہ تم مجھے ہی باس نہ سمجھ لو۔" مونا مسکرائی۔

وہ تھوڑی دیر تک اس مذاق سے محظوظ ہوتے رہے پھر ناگر نے پوچھا۔

"کم از کم تم یہ تو بتا ہی سکو گی کہ ٹرانسمیٹر پر بولنے والا مشرقی ہے یا مغرب کا باشندہ۔"

"لہجے سے وہ مجھے فرانسیسی معلوم ہوتا ہے اور بہتیرے الفاظ کا تلفظ بھی فرانسیسیوں ہی کے سے انداز میں کرتا ہے۔"

ناگر پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ مونا بھی خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے ہنس کر کہا۔ "آج تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ایک بہت ہی گندہ کام کرنا ہے۔"

"وہ کیا۔"

"ایک کتے کی لاش کنوئیں میں پھینکنی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"کتے کی لاش بھئی.... وہ تمہیں آج آٹھ بجے رات کو نادر محل کے صدر دروازے پر پڑی ملے گی۔ تم اُسے پرانے شہر کی حاتم گلی والے کنوئیں میں پھینکو گے۔"

"تم مذاق تو نہیں کر رہی ہو۔"

"شاید اس سے پہلے بھی مذاق ہی کر رہی ہوں کیوں؟"

ناگر بُرا سا منہ بنائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سارے شہر کی پولیس فن لینڈ میں الٹ پڑی ہو۔ ہلدا کی تلاش بڑی تندہی سے جاری تھی۔ باوردی پولیس تو خیر تھی ہی.... لاتعداد سادہ لباس والے جزیرے کے چپے چپے پر پھیل گئے تھے۔

عمارتوں کی تلاشیاں لی جا رہی تھیں اور دولت مند طبقہ کے لوگ اس پر جھلا جھلا کر احتجاجاً اعلیٰ آفیسروں کو فون کر رہے تھے، لیکن اس وقت کسی کی بھی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔

معاملہ محکمہ سراغ رسانی کی ایک لڑکی کا تھا اس لئے ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر گویا سارا جزیرہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا لیکن ہلدا نہ ملی۔

دونوں لڑکیوں کا بیان تھا کہ ہلدا کو لا دلے جانے والا ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش تھا جس نے جاتے جاتے پلٹ کر ان دونوں کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی اور وہ چیختی ہوئی اوپر بھاگی تھیں۔

حمید کو اس پر بڑا غصہ آیا تھا اور اُس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا سے کہا تھا۔ 'کاش وہ تم سبھوں کو پکڑ لے جاتا۔"

"سب تمہاری وجہ سے ہوا۔" ریکھا دہاڑی۔

"طوفان نوح بھی تو میری وجہ سے آیا تھا۔"

ریکھا بُری طرح چڑھ گئی اور اس کا بخار اُس نے قاسم پر نکالا۔ وہ کسی کٹے ہوئے پتنگ کی طرح جزیرے میں ڈولتا پھر رہا تھا۔ ریکھا نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ وہ اسے نرغے میں لے لیں۔ پھر وہ اُن دونوں لڑکیوں کو اس کے قریب لے گئی۔

"کیا یہی تھا....!" اُس نے پوچھا۔

"نہیں اتنا لمبا چوڑا بھی نہیں تھا۔" ایک لڑکی نے جواب دیا۔

"ارے.... بھلا.... میں.... غغ.... واہ....!" قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں ہکلایا۔

اتنے میں حمید بھی وہاں پہنچ گیا۔

"غمید.... بھائی.... جرا دیکھو تو....!" قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں شکایتاً کہا۔

"میں کیا.... خدا دیکھ رہا ہے.... یہ سب چیچک کا شکار ہو کر نقشین ہو جائیں گے انشاءاللہ۔"

"خدا کرے تم خود مرو۔" ریکھا کی نسوانیت جاگ اٹھی۔

"خدا کرے یا نہ کرے ایک دن تو مرنا ہی پڑے گا۔ مگر تمہارا چہرہ کیسا لگے گا۔ اگر نکل آئی چیچک۔"

ریکھا دانت پیس کر آگے چلی گئی۔

پھر کچھ دیر بعد حمید کو وہاں کرنل فریدی نظر آیا جس کے چہرے پر گہری طمانیت تھی اور وہ سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ اُس نے حمید کو اشارے سے اپنے قریب بلایا۔

"کیا قصہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

حمید کو اپنی شیطنت بھی دہرانی پڑی لیکن فریدی نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ شاید فریدی حسب معمول پہلے تو اخلاقیات پر ایک طویل لیکچر پلائے گا اور پھر اُسے کسی بار بردار گدھے کی طرح کام پر لگا دے گا، لیکن اس کے انداز سے یہ بھی نہ ظاہر ہو سکا کہ وہ اس کیس میں دلچسپی ہی لے گا۔

"آج کل میرے پاس کام کی زیادتی ہے، ورنہ اسے بھی دیکھتا۔" اس نے لاپروائی سے کہا اور ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ حمید کی جان میں جان آئی اور اس نے سوچا کہ اب اتوار بارہ بجے شب تک اتوار ہی رہے گا۔

"مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ اتنی جلدی غائب کہاں ہو گیا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "وہاں پہنچنے میں بمشکل تمام دو منٹ لگے ہوں گے۔"

"لانچ میں بیٹھ کر نکل گیا ہو گا۔"

"دور دور تک کسی لانچ کا پتہ نہیں تھا۔" حمید نے کہا۔

"کیا تم پورے جزیرے کا چکر لگا سکے ہو گے دو منٹ میں۔"

"نہیں پھر بھی میں شائد اپنی زندگی میں کبھی اتنا تیز نہیں دوڑا تھا جتنا آج دوڑا ہوں۔"

"ایک لڑکی کا معاملہ تھا نا۔" فریدی مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس معاملے کا مضحکہ کیوں اڑا رہے ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" فریدی کہتا ہوا اٹھ گیا۔

تین لڑاکے

اس معاملے میں تو حمید کو اس سے غرض تھی ہی نہیں کہ فریدی اس میں دلچسپی لے رہا ہے یا نہیں۔ وقتی طور پر اُس سے ضرور کاہلی سرزد ہوئی تھی لیکن پھر اُس نے سوچا کہ ہلدا اس کی موجودگی میں وہاں سے غائب ہوئی تھی اس لئے اسے کچھ کرنا چاہئے۔

لیڈی انسپکٹر ریکھا اُس کے ہم چشموں میں اُس کا مضحکہ اڑاتی پھر رہی تھی۔ وہ حمید سے یوں بھی بُری طرح خار کھاتی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حمید ہی اس کے اور فریدی کے درمیان آگیا ہو۔

وہ اس وقت ریکھا ہی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اُس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے فریدی بول رہا تھا۔

"میری کوئی کال آئی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"کوئی نہیں۔"

"تم کیا کر رہے ہو۔"

"میں تاؤ کھا رہا ہوں۔"

"کیوں....!"

"کیا ریکھا یہ سمجھتی ہے کہ آپ مجھ سے عشق کرنے لگے ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ارے وہ مجھ سے اس طرح جلتی ہے جیسے مجھے آپ کی محبوبہ بننے کا شرف حاصل ہو گیا ہو۔"

"کسی وقت تمہارا ذہن عورت سے خالی بھی رہتا ہے۔"

"اُس وقت کو میرا آخری لمحہ کہیں گے جب ایسا ہو۔"

"کیا تم اپنے بیڈروم سے بول رہے ہو۔"

"ظاہر ہے۔"

"تمہیں باہر جانا ہے۔"

"کہاں....!"

"آر لکچو.... وہاں ٹھیک ساڑھے نو بجے تین آدمی پہنچیں گے۔ تمہیں اُن کا تعاقب کرنا ہے۔"

"وہاں شائد تین ہزار.... تین آدمی ٹھیک ساڑھے نو بجے پہنچیں گے۔ لیکن میں تین ہزار تو کیا ایک سہی ایک بٹا دو بھی نہیں ہو سکتا۔"

"پوری بات سنو۔"

"سن رہا ہوں۔" حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ان تینوں کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ وہ ایڈی۔ ٹونی اور ٹمپلر ہیں۔"

"اُن کی نگرانی تو ویسے بھی ہوتی تھی۔" حمید نے کہا۔

"آج کل نہیں ہو رہی ہے۔"

"ارے کسی سادہ لباس والے کو لگائیے۔"

"نہیں.... تم جاؤ گے۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور میک اپ میں جاؤ گے، جلدی کرو صرف دو گھنٹے۔"

"بہت بہتر جناب عالی۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

میک اپ اور بھاگ دوڑ۔ بات کیا تھی اُسے علم نہیں تھا۔ لیکن میک اپ کی ضرورت بہت ہی خاص مواقع پر محسوس کی جاتی تھی۔ مگر کچھ بھی ہو حمید اس وقت کام کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا خواہ وہ ہلدا ہی کا معاملہ کیوں نہ ہوتا۔

دراصل اُسے آٹھ بج کر پچیس منٹ پر ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچنا تھا۔ وہ اپنی ایک نئی ملنے والی کو وقت دے چکا تھا۔ الجھن.... الجھن کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ نہ وہ یہی برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی نئی دوست اس کے متعلق کوئی بُری رائے قائم کرے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ فریدی کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ اگر میک اپ کا جھگڑا نہ ہوتا تو وہ دونوں ہی کو نپٹانے کی کوشش کرتا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملنے والی تھی اور ساڑھے نو بجے اُن تینوں کو آر لکچو میں دیکھنا تھا۔ صرف ایک گھنٹے کا وقت ملتا لیکن اس ایک گھنٹے میں میک اپ کر کے صحیح وقت پر آر لکچو پہنچنا ناممکن ہو جاتا۔

وہ سر پیٹتا ہوا اوپری منزل پر آیا۔ یہاں تجربہ گاہ میں میک اپ کا سامان بھی رہتا تھا۔ وہ چند لمحے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر یک بیک اس کے ہونٹوں پر ایک شریر

سی مسکراہٹ نظر آئی۔

اس کے بعد وہ الکٹرک شیونگ مشین سے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں کھرچنے لگا۔ چہرے کی مکمل قسم کی مرمت ہو جانے پر اُسے پہچاننا دشوار ہو گیا اور پھر جب اُس نے اپنے سر پر مصنوعی سنہرے بال چپکالئے تو بس قیامت ہی ہو گئی۔ خود اس کا دل چاہا کہ آئینے ہی سے لپٹ جائے۔ ایسی حسین نسوانی شکل نکلی تھی کہ بس۔

اب وہ سوچنے لگا کہ ساری استعمال کرے یا اسکرٹ۔ زندگی میں پہلی بار عورت کا میک اپ کیا تھا لیکن اُسے خود پر اعتماد تھا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس رول میں بھی کہیں سے جھول نمایاں نہیں ہو سکتا۔ ویسے فریدی کی یہ منشاء ہرگز نہیں تھی کہ حمید کسی عورت کے میک اپ میں اُن تین آدمیوں کی نگرانی کرے اس نے نہ کبھی خود پر اس قسم کا کوئی میک اپ آزمایا تھا اور نہ کبھی حمید ہی کو اس کی رائے دی تھی۔

پھر تو گویا یہ سو فیصدی اُسی چھپکلی کا مسئلہ تھا جو کبھی کبھی حمید کے سر پر سوار ہو کر اُسے رسوا کیا کرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہلکے نارنجی رنگ کی ساری میں ایک دراز قد اور غیر معمولی طور پر صحت مند لڑکی نظر آنے لگا اور پھر اُس نے آئینے میں آنکھ ماری۔

اب سوال تھا ملازموں کی نظروں سے بچ کر نکل جانے کا۔ اس کے لئے اُس نے عقبی زینے استعمال کئے اور عمارت کی پشت پر پہنچ گیا۔

پھر گیراج تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئی۔ کمپاؤنڈ کا پھاٹک ابھی کھلا ہی ہوا تھا۔ اُس نے گیراج سے چھوٹی آسٹن نکالی جس کا رنگ وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق تبدیل کیا جاتا رہتا تھا اور یہ بہت ہی مخصوص قسم کے موقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ اس کے کوئی مخصوص نمبر نہیں تھے اسلئے بعض اوقات اس پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف نمبر کی پلیٹیں نظر آیا کرتی تھیں۔

وہ ٹھیک نو بجے آر لکچو پہنچ گیا۔

مگر اپنی اسکیم کے مطابق اُسے باہر ہی رک کر اُن تینوں کا انتظار کرنا تھا۔ وہ شہر کے بدنام لوگوں میں سے تھے اور اُن کا ذریعہ معاش فریب دہی اور دوسری مختلف غیر قانونی حرکات تھیں۔ یہ دیسی ہی تھے، لیکن انہوں نے انگریزوں کے سے نام اختیار کر رکھے تھے۔

حمید نے گاڑی کمپاؤنڈ کے ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی، جہاں اندھیرا تھا لیکن پورچ

یہاں سے صاف نظر آتی تھی اور پورچ کی چھت سے لٹکے ہوئے بڑے لیمپ کی روشنی میں ہر آنے جانے والے کا چہرہ بخوبی دکھائی دیتا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ تینوں پورچ میں نظر آئے۔ حمید چپ چاپ گاڑی سے اترا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ اندر داخل ہو جائیں۔

پھر جب حمید اندر پہنچا تو بیک وقت درجنوں آنکھیں اُس کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ چال تو قیامت تھی قیامت۔

اُس نے ان تینوں کو ایک میز پر دیکھا اور ان کے قریب ہی دو ایک میزیں اور بھی خالی تھیں۔ وہ اسی طرح چل پڑا۔ ایڈی کا رخ اسی کی طرف تھا۔ اس نے اُسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اُسے اس طرح ایک جانب گھورتے دیکھ کر اُس کے ساتھی بھی مڑے اور پھر اُن کی بھی وہی کیفیت ہوئی، جو ایڈی کی ہوئی تھی۔ حمید ایک میز پر جم گیا۔ وہی لاپرواہ سی مسکراہٹ اب بھی اس کے ہونٹوں پر تھی اور وہ کسی کیطرف بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایڈی، ٹونی اور ٹمپلر بےچین نظر آنے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد حمید نے ایسی حرکتیں شروع کیں کہ اُن کا دل بڑھ گیا اور ایڈی اٹھ کر اُس کی میز پر آیا۔

"کیا آپ ہماری دعوت قبول کریں گی محترمہ۔" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"تشریف رکھئے۔" حمید نے جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔"

ایڈی اُس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"یہ بدتمیزی ضرور تھی۔" اُس نے متاسفانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "مگر میں نے سوچا ممکن ہے آپ اس شہر میں نووارد ہوں۔ بات دراصل یہ ہے محترمہ.... اب سچی ہی بات عرض کروں۔ ہم تینوں پیشہ ور گائیڈ ہیں۔ اگر آپ نے ابھی تک کوئی گائیڈ نہ کیا ہو تو میں اپنی خدمات پیش کروں۔"

"ضرور پیش کیجئے.... میں آج ہی تو آئی ہوں۔" اُس نے ہنس کر کہا۔ پھر منہ بنا کر بولا۔

"اُف فوہ.... کتنی پیاس ہے.... وہ کم بخت.... ویٹر۔"

"کیا پئیں گی آپ....!"

"رات کو میں پانی نہیں پیتی۔"

"پھر بھی بتائیے نا کیا منگاؤں۔"

"میں خود منگوالوں گی...." حمید نے کچھ غصیلے لہجے میں کہا "کیا تم مجھے کوئی فلرٹ سمجھتے ہو۔"

"ارے نہیں محترمہ.... یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔" ایڈی بوکھلا گیا۔

"بلاؤ اپنے ساتھیوں کو بھی بلاؤ.... اور تم تینوں مل کر مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کرو.... اے.... بوائے۔"

ویٹر تیزی سے میز کے قریب آیا۔

"شیری لاؤ اور ایک اسکاچ.... یا پھر تم لوگ کیا پیتے ہو۔" اُس نے ایڈی کیطرف دیکھ کر کہا۔

"وھسکی.... وہائٹ ہارس....!" ایڈی گڑبڑا کر بولا۔

"ایک بوتل وہائٹ ہارس.... ایک شیری.... جلدی کرو۔" حمید نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

ویٹر چلا گیا پھر وہ ایڈی کی طرف مڑ کر بولا۔ "بلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ نہ میں کوئی مفلس عورت ہوں اور نہ مردوں سے ڈرتی ہوں۔"

"آپ خواہ مخواہ بدگمان ہوتی ہیں محترمہ.... ہم تو آپ کے خادم ہیں۔" ایڈی نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو اسی میز پر آجانے کا اشارہ کیا لیکن حمید نے اُسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھے۔

"آپ ایک مہربان خاتون ہیں۔" اُس نے ٹونی اور ٹمپلر سے کہا۔ "آپ نے ازراہ نوازش میری خدمات قبول کرلی ہیں اور.... یہ دعوت.... آپ ہی کی طرف سے ہے۔"

اُن دونوں نے متشکرانہ انداز میں صرف سر ہلادیئے۔ زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"ہاں میں حاتم کی بیٹی ہوں۔" حمید ہنس پڑا۔

ویٹر ٹرے میں شراب کی بوتلیں گلاس اور سوڈا کا سائیفن لایا اور وہ دونوں اشتباہ آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب بڑی گرمجوشی سے پی رہے تھے۔ کیونکہ حمید نے انہیں تاؤ دلا دیا تھا اس نے اپنے کسی ایسے دوست کا تذکرہ کیا، جو بڑا پیکڑ تھا، جسے ایک ہی نشست میں کئی کئی بوتلیں صاف کردینے کے بعد بھی نشہ نہیں ہوتا تھا اور اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسے ہی پینے والوں کے ساتھ بیٹھ کر پینے میں لطف بھی آتا ہے۔

وہ تینوں شہر کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے لیکن حمید کو ایک آوارہ مزاج رئیس زادی کے

علاوہ اور کچھ نہ سمجھ سکے۔ پہلی بوتل ذرا ہی سی دیر میں خالی ہو گئی لیکن انہیں نشہ نہیں ہو سکا۔ شاید حمید کا دوست اُن کے ذہنوں پر بُری طرح حاوی ہو گیا تھا۔ پھر ٹونی نے دو بوتلیں اپنی جیب سے منگوائیں۔ حمید شیری پیتا رہا۔

اچانک ساڑھے دس بجے حمید کو وہاں شہر کا ایک اور بد معاش دکھائی دیا جس کے کئی جوئے خانے چلتے تھے لیکن ابھی حال ہی میں فریدی نے اس کا یہ بزنس بند کرا دیا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ اسی میز کی طرف آرہا ہے۔ ناگر کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ بھی اُسے معلوم تھا کہ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میک اپ ہی کا بھرم کھل جائے کیونکہ ناگر بہت عرصہ تک اسٹیج کا ایکٹر بھی رہ چکا تھا۔

''میں ابھی آئی۔'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے.... نائیں.... ہام.... کاسے.... جی.... ئیں گے۔'' ایڈی جھومتا ہوا بولا۔ لیکن حمید اپنا وینٹی بیگ سنبھالتا ہوا کھسک ہی گیا۔ وہ بڑی تیزی سے ریکریئیشن ہال کی طرف جا رہا تھا۔

''اب تمہیں کہاں جانا ہے میرے دوستو.... کہ میں تمہارا تعاقب کروں گا۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے اُسے اس طرح خود بخود مسکراتے تو نہیں دیکھ لیا.... آج وہ جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔

ٹونی، ایڈی اور ٹمپلر بُری طرح ڈاؤن ہو گئے تھے اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگر کو دیکھ رہے تھے، جیسے وہ کوئی جیتی جاگتی سچویشن نہ ہو بلکہ انہوں نے اُسے خواب میں دیکھ پایا ہو۔

''کیا کر رہے تھے تم لوگ۔'' ناگر غرایا۔

''مزہ کر رہے تھے پیارے۔ تم بھی آؤ۔'' ایڈی جھومتا ہوا انگلی نچا کر بولا۔

''وہ عورت کون تھی۔'' ناگر غصہ پی گیا۔

''حاتم کی بیٹی۔'' ٹمپلر آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔ ''حاتم کی بیٹی جس نے اپنے گھوڑے کو مہمان ذبح کر کے کھلا دیا تھا۔''

''میں کہتا ہوں.... تم لوگ وہاں کیوں نہیں گئے۔''

''وہاں.... سے زیادہ.... یہاں.... ہچ.... مزہ آرہا.... ہچ.... تھا....'' ٹونی ہچکیاں لیتا

ہوا بولا۔ ”حاتم کی بیٹی تمہیں بھی پلائے گی.... چ.... بیٹھو.... چ....!“

”مت بکواس کرو۔“ ناگر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”کان کھول کر سن لو.... اگر تمہیں سنجیدگی سے کام کرنا ہے تو کرو، ورنہ جہنم میں جاؤ۔“

”اچھی بات ہے....!“ ٹمپلر نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ ”ہم جہنم میں چلے جائیں گے.... آج ہی چلے جائیں گے.... ابھی چلے جائیں گے۔“

”جہنم.... میرے چچا نے بنوائی تھی.... سامجھے۔“ ٹونی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”تم.... ہچ.... وہاں کا سے.... جاؤ گے۔“

”ابے.... جا....!“ ٹمپلر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”تیرے چچا کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ میرے باپ کے شراب خانے میں پڑا رہا کرتا تھا۔ وہ بنوائے گا جہنم.... ہینہہ....!“

”ابے.... چوپ.... چھچھورے کی اولاد.... تیرا باپ دھکے کھاتا پھرتا تھا۔“ اس نے ٹمپلر کو گھونسہ دکھایا۔

”اے.... ٹونی....!“ ایڈی اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ”ہوش میں رہو۔ میں اس کے باپ کی بہت عزت کرتا تھا.... زبان بند کرو۔“

”تم.... ہچ.... میرے چچا.... کی عزت کیوں نہیں کرتے تھے۔“ ٹونی جھٹکا دے کر اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتا ہوا بولا۔ ”اس کی عزت کرو.... یہ میرا.... چ.... چچا تھا.... تمہارا باپ تھا.... ساری دنیا کا باپ تھا۔“

ناگر چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر اٹھ گیا۔ شاید اُس نے یہ سوچا تھا کہ ان سے ہوشمندی کی توقع فضول ہے۔ عین ممکن تھا کہ اُن کے درمیان ہاتھاپائی کی بھی نوبت آجاتی۔

آمدورفت کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور ایک بار پھر پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ میز الٹ گئی تھی اور وہ تینوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے اور پھر بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ ناگر چپ چاپ باہر نکل آیا.... اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ شاید وہ بہت غصے میں تھا۔

کمپاؤنڈ میں پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل سنبھالی اور ایک طرف چل پڑا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک عمارت کے سامنے موٹر سائیکل روکی اور اتر کر اندر چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں پٹرول

کا ایک ٹن تھا! جسے اس نے موٹر سائیکل کے کیریئر پر رکھ کر چمڑے کے تسمے سے کس دیا اور پھر چل پڑا.... موٹر سائیکل کی رفتار بہت تیز تھی۔

اب اس کا رخ پرانے شہر کی طرف ہو گیا تھا۔

پرانے شہر پہنچ کر اس نے نادر محل سے کافی فاصلے پر موٹر سائیکل چھوڑ دی اور ہاتھ میں پیٹرول کا ٹن لٹکائے ہوئے نادر محل کی طرف چلنے لگا۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ سردیوں کی راتیں تھیں۔ اس لئے گیارہ بجے ہی ایسا معلوم ہونے لگا جیسے آدھی سے زیادہ رات گذر گئی ہو۔

وہ نادر محل کے قریب پہنچ کر پھر رکا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں بھی ہر طرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔ آس پاس کے کسی آوارہ کتے نے بھی آواز نہ نکالی۔

وہ صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں ایک بڑے سے سیاہ رنگ کے کتے کی لاش موجود تھی۔ اس نے نہایت اطمینان سے پٹرول کا ٹن اس پر خالی کر دیا اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ایک دیا سلائی کھینچی اور لاش کی طرف اچھال دی۔

یک لخت روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور لاش دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

پھر موٹر سائیکل تک پہنچتے پہنچتے اس کے پھیپھڑے دھونکنی بن گئے۔

وہاں سے وہ سیدھا مونا کرسٹی کے فلیٹ میں آیا۔ وہ شاید سو چکی تھی۔ بار بار گھنٹی بجانے پر تھوڑی دیر بعد اندر کچھ کھڑ کھڑاہٹ سنائی دی اور پھر قدموں کی آوازیں آئیں، جو دروازے کے قریب ختم ہو گئیں اور ایک لمحے کے لئے سکوت طاری ہو گیا۔

"کون ہے؟" اندر سے مونا کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"ناگر.....!"

"کیوں؟" لہجے میں حیرت تھی۔ "اوہ ٹھہرو! ایک منٹ! ذرا میں سلیپنگ گاؤن ڈال لوں۔"

پھر تقریباً تین منٹ بعد دروازہ کھلا اور ناگر نے محسوس کیا کہ وہ اس قلیل وقفے میں چہرے پر پف کرنا اور ہونٹوں پر اسٹک پھیرنا نہیں بھولی تھی۔ ویسے اس کی خمار آلود آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ کچی نیند سے جاگی ہے۔ بڑے بڑے پھولوں والا سلیپنگ گاؤن اس کے سڈول جسم پر بہت حسین لگ رہا تھا۔

"میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میں نے کتے کی لاش جلادی۔"

"کیوں....؟" مونا چونک سی پڑی۔

"ٹونی، ٹمپلر اور ایڈی اُسے کنوئیں میں نہیں پھینک سکے۔"

"انہوں نے اتنی پی لی ہے کہ دو قدم بھی نہیں چل سکتے۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے پھینک دیں گے.... میں خود نہیں پھینک سکا۔ اپنے باس سے کہہ دو کہ میں آدمی کی لاش برداشت کر سکتا ہوں لیکن کتوں کی لاشیں میرے بس سے باہر ہیں۔"

"مگر تم نے اُسے جلا کیوں دیا۔"

"پتہ نہیں وہ لاش کیسی تھی۔ اگر وہاں پڑی رہ جاتی تو معلوم نہیں کس قسم کے نتائج بر آمد ہوتے۔ یہی سب سوچ سمجھ کر میں نے اُسے ضائع ہی کر دینا مناسب سمجھا۔ اور ہاں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اب مجھے دوسرے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ تینوں تو شاید اب تک حوالات میں پہنچ چکے ہوں گے۔"

"اچھا اب میں جا رہا ہوں۔"

ناگر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس نے یہ گفتگو وہیں کھڑے کھڑے کی تھی۔

تفریح

آر لکچنو میں ہنگامہ ہوا اور آن واحد میں فرو بھی ہو گیا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تین شرابی آپس میں لڑ پڑے تھے۔ انہیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ ان کے ساتھ جو عورت تھی کہاں گئی۔ ایڈی، ٹونی اور ٹمپلر سے بہتیرے واقف تھے اور یہ بھی بہتیروں نے دیکھا تھا کہ ہنگامے کے وقت اس میز پر کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔

بس یہ ہنگامہ ڈائننگ ہال ہی تک محدود رہا۔ ریکریئشن ہال والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی۔ مگر حمید غافل تو نہیں تھا۔ وہ اس وقت تک یہاں کی تفریحات میں مشغول نہیں ہوا تھا جب تک اس نے ناگر کو ڈائننگ ہال سے نکلتے نہیں دیکھ لیا تھا۔

اس کے بعد اُسے کسی شکاری کی تلاش ہوئی۔ وہ آج جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ

فریدی کی وجہ سے اپنی ایک دوست کو وقت دے دینے کے باوجود بھی ہائی سرکل نائٹ کلب نہیں پہنچ سکا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں اُسے شکار نظر آگیا اور شکار بھی ایسا کہ بس مزہ ہی آجاتا۔ قاسم ان دنوں روزانہ آرلکچنو میں آرہا تھا کیونکہ رقص گاہ کے فرش پر پاؤڈر چھڑکنے والی لڑکیوں میں سے ایک اُسے بہت زیادہ پسند آگئی تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ اُسے صرف دیکھتا اور ٹھنڈی سانسیں ہی کھینچتا رہا ہوگا۔ اس میں بھلا اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ کسی لڑکی سے ملنے ملانے میں پہل کر سکتا۔ ویسے اُس کا یہ قول بھی سچا ہی ہو سکتا تھا کہ

محوبت اثر کرتی ہے چپکے چپکے
محوبت کی کھاموش انگاریاں ہیں

وہ اس شعر کو گنگنا کر پڑھا کرتا تھا۔ مگر ''چنگاریاں'' اُسے ہمیشہ ''انگاریاں'' یاد آتیں۔ اگر کوئی ٹوک دیتا تو ہتھے سے اکھڑ جاتا اور حلق پھاڑ کر کہتا۔ ''میں انگاریاں ہی کہتا ہوں، یہی درست ہے۔ انگارہ سے انگاریاں.... اگر چنگاریاں صحیح ہے تو انگارہ کو چنگارہ کیوں نہیں کہتے.... نہیں کہوتا۔''

حمید نے اُسے دیکھا۔ وہ گیلری کی ایک میز پر تنہا تھا۔ وہ بڑے دلکش انداز میں وینٹی بیگ ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھا.... اور جب اُس کے قریب پہنچ گیا تو قاسم نے منہ کھول کر اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے کسی اُلو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔'' حمید نے مسکرا کر پوچھا۔ اُس کی آواز میں نہ جانے کہاں کا رس اور لوچ آگیا تھا۔

''جج.... جی.... جی ہاں'' قاسم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ میز پر سر کے بل کھڑا ہو جانا چاہتا ہو۔

''آپ بھی بیٹھئے نا۔'' حمید نے کہا، جو پہلے ہی بیٹھ گیا تھا۔

''جج.... جی ہاں.... ب.... بالکل.... بالکل....!'' قاسم پیچھے ہٹ کر کرسی سنبھالنے لگا۔ کبھی ادھر کھسکاتا اور کبھی اُدھر۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور نتھنے پھول پچک رہے تھے۔ شاید زندگی میں پہلا ہی موقع تھا جب کسی تنگڑی سی لڑکی نے خود ہی اُس سے اُس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی۔

"میں کہتی ہوں.... تشریف رکھئے نا.... یا اگر میرا بیٹھنا ناگوار ہو تو میں چلی جاؤں۔"

"نن.... نہیں.... ارے نہیں.... بیٹھئے.... بھائی صاحب.... اُدغ.... ادغ.... مطلب یہ کہ.... جی ہاں۔"

قاسم دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

حمید نشیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ قاسم کا بُرا حال تھا۔ کبھی وہ اس کی طرف دیکھتا اور کبھی بوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگتا۔ حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"میں آپ کو کتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں آپ کے متعلق میں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے.... مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ آپ سیٹھ عاصم کے لڑکے ہیں آپ کا نام قاسم ہے۔ آپ کی شادی ایک ایسی لڑکی سے کر دی گئی ہے جو آپ کو پسند نہیں کرتی۔"

"جج.... جی ہاں....!" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ رو دے گا۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اچھا یہ بتایئے آخر مجھے کیا پڑی تھی کہ میں نے آپ کے متعلق اتنی معلومات فراہم کر ڈالیں۔"

"خُ.... خدا آپ کا بھلا کرے۔" قاسم کو اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ سوجھا۔

حمید پھر خاموش ہو گیا اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ قاسم کو بڑی میٹھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کتنے اچھے ہیں۔ مجھے کتنے اچھے لگتے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

قاسم ہکا بکا رہ گیا اور اب تو وہ بالکل ہی گونگا ہو گیا تھا۔

"میں اکثر آپ کو خواب میں بھی دیکھتی ہوں۔ آپ کتنے بانکے سجیلے ہیں۔"

قاسم نے بوکھلاہٹ کے عالم میں سوچا کہ اُسے بھی کچھ نہ کچھ بولنا ہی چاہئے۔ مگر بولے کیا۔ ظاہر ہے اسی جملے کے جواب میں کچھ نہ کچھ کہنا چاہئے مگر اتنی دیر تک جواب بھی نہ سوچنا چاہئے کہ لڑکی کو کسی قسم کا شبہ ہو جائے۔ اتنی عقل تو قاسم بھی رکھتا تھا۔ دفعتاً اُسے سوجھ ہی گئی کہ اس موقع پر اُسے کسر نفسی اور خاکساری سے کام لینا چاہئے۔ لہٰذا وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اجی میں کس.... لائق ہوں.... بالکل چمار ہوں.... اررر.... ہوف.... یعنی کہ خبیث

ہوں.... اُف فوہ.... مطلب یہ کہ.... الا قسم جب بھی آئینہ دیکھتا ہوں بالکل دھوبی معلوم ہوتا ہوں.... ہت تیرے کی سب غلط۔"

قاسم نے جھنجھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبالیا۔ اُسے شدت سے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے رو میں اچھی خاصی بکواس کر ڈالی ہے۔

"ہے ہے...... آپ کی یہی ادا تو مار ڈالتی ہے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"ادا.... مار ڈالتی ہے.... ارے باپ رے۔" قاسم نڈھال سا ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"کیوں کیا ہوا....!" حمید آگے جھک آیا۔

"آپ مردوں کی طرح کیوں بول رہی ہیں۔" قاسم نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"آپ عورتوں کی طرح بدحواس کیوں ہو جاتے ہیں۔" حمید نے لچک کر کہا۔

"یہاں گگ.... گرمی کتنی ہے۔" قاسم اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"تو اٹھئے.... باہر چلیں....!" حمید نے تجویز پیش کی۔

❁

ناگر کی موٹر سائیکل ایک بار پھر سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی، لیکن وہ اُسے اپنی قیام گاہ کی طرف نہیں موڑ سکا کیونکہ اسے یک بیک وہ عورت یاد آگئی تھی جسے اُس نے اپنے ساتھیوں کی میز سے اٹھتے دیکھا تھا۔

"کیا وہ اب بھی وہاں موجود ہو گی؟ ناگر سوچ رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ اور اس حرکت کا کیا مقصد تھا۔ ٹونی ایڈی اور ٹمپلر اس کے لئے نئے نہیں تھے۔ وہ انہیں اچھی طرح جانتا تھا۔ ان کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ کبھی زیادہ نہیں پیتے تھے۔ اتنی زیادہ کہ ہوش ہی میں نہ رہیں اور آپس ہی میں لڑ مریں۔ پھر یہ کیا قصہ تھا۔

موٹر سائیکل اسی سڑک پر مڑ گئی جس پر آرلکچنو کی عمارت واقع تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آرلکچنو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا یہاں حالات معمول پر آچکے تھے۔ لیکن ڈائننگ ہال میں وہ لڑکی نہ دکھائی دی۔

ناگر نے سوچا ممکن ہے وہ چلی ہی گئی ہو۔ ویسے بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اگر وہ کسی قسم کی سازش ہی تھی تو اس کے بعد لڑکی وہاں ٹھہرنے ہی کیوں لگی۔

وہ کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا اور کاؤنٹر کلرک سے فون استعمال کرنے کی اجازت طلب کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کئے لیکن تیسری بار رنگ کرنے پر رابطہ قائم ہو سکا۔

"ہیلو....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اٹ از ناگر.... میری کوئی کال۔"

"جی ہاں۔" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "تھری تھری ایٹ سکس ناٹ پر رنگ کر کے صرف اپنا نام لیجئے۔"

"کیا لہجہ غیر ملکی تھا۔" ناگر نے پوچھا۔

"جی ہاں.... غیر ملکی ہی تھا۔"

"شکریہ۔" ناگر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اُس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"ناگر....!"

"گڈ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم بہت ذہین ہو ناگر اسی لئے میں تمہیں بہت اہمیت دیتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں پہلی بار تم سے براہِ راست گفتگو کر رہا ہوں۔"

"شکریہ جناب....!" ناگر نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مجھے مونا سے اطلاع مل چکی ہے۔ تم نے سچ مچ عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اُسے ضائع کر دینا ہی بہتر ہوا۔ مگر تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا۔"

"وہی جو ہونا چاہئے تھا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔"

"آر لکچنو سے۔" ناگر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اب میں سوچ رہا ہوں کہ اگر اُن سے مزید حماقتیں ہوئیں تو کیا صورت ہو گی۔"

"اسکی پرواہ نہ کرو۔" دوسری طرف سے ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی۔ "اگر انہوں نے کوئی بیان دیا تو اسکی وقعت بھی نشے کی جھونک سے زیادہ نہ ہو گی۔ یا پھر وہ پاگل قرار دے دیئے جائیں گے۔"

"جی ہاں.... میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... ہاں دیکھئے ابھی فون ہی پر ٹھہر یئے گا۔"

"کیا مطلب....!"

”میں سلسلہ منقطع کر رہا ہوں۔“ ناگر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ باہر جا رہا تھا۔ سڑک پر آ کر وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑا۔ پھر ایک ٹیلی فون بوتھ ہی کے قریب رکا۔ یہاں سے اُس نے پھر اُسی نامعلوم آدمی کے نمبر ڈائیل کئے جس سے کچھ دیر پہلے گفتگو کر چکا تھا۔

”ہیلو.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اب کہاں ہو!“

”ایک پبلک کال بوتھ سے بول رہا ہوں۔“

”واقعی بہت سمجھ دار ہو ناگر۔ میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے کوئی حیرت انگیز اطلاع دو گے۔“

”حیرت انگیز ہی سمجھئے کیونکہ..... مطلب یہ ہے کہ.....!“

”کہو..... ہچکچاہٹ کی ضرورت نہیں۔“

”محکمہ سراغ رسانی کی ایک لڑکی غائب ہو گئی ہے۔“

”لیکن اُس سے ہمیں کیا سروکار۔“ دوسری طرف سے متحیرانہ لہجے میں کہا گیا۔

”بہت عرصہ ہوا مجھے اُس سے سروکار تھا۔ لیکن پھر ہم میں بڑی سخت لڑائی ہوئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اُسے جان سے مار دوں گا۔ شاید میں نے اس پر بھی اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا اس کے بعد اس کی ایک پولیس آفیسر سے دوستی ہو گئی جس نے محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو کی حیثیت سے اُسے ملازمت دلوا دی تھی۔ اب یہ لڑکی فن آئی لینڈ سے غائب ہو گئی ہے۔“

”ارے تو تمہیں کیوں فکر ہے۔“

”مجھے تو ذرا ذرا سی بات کی فکر ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ میرا ایک بہت بڑا دشمن شہر میں موجود ہے۔“

”دشمن..... کیا مطلب.....!“

”میرا اشارہ کرنل فریدی کی طرف تھا۔ کیا آپ اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔“

”میں نے بہت کچھ سن رکھا ہے۔“

”وہ مجھے پھانسنے کے لئے پیچیدہ ذرائع بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے غائب ہو جانے میں اسی کا ہاتھ ہو۔“

”ارے تم ان جھمیلوں میں نہ پڑو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”شاید وہ تمہارے خلاف

کسی قسم کا ثبوت بھی نہ مہیا کر سکے۔ محض قیاسات کی بناء پر وہ کیا کر لے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اسے اپنے ذہن سے نکال ہی دو۔"

آخر کار قاسم ایک ڈنڈا تلاش کر لینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ حمید نے ہال سے باہر آتے ہی ڈنڈے کی فرمائش کی تھی اور قاسم یہ سوچے بغیر کہ کسی عورت کے لئے ڈنڈے کا شوق کیا معنی رکھتا ہے ڈنڈا تلاش کرنے لگا تھا۔

"اب ٹہلنے چلیں گے۔" حمید نے کہا۔

"جرور.... جرور.... ڈنڈا لیجئے۔"

"میری گاڑی تک لے چلئے۔" حمید نے کہا اور اُسے کار تک لے آیا۔

تھوڑی دیر بعد کار آرلکچو کی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔

"یہ رات کتنی حسین ہے۔" حمید نے کہا۔

"جج.... جی ہاں.... بہت خبصورت۔"

"میں آپ کو اچھی لگتی ہوں۔"

"غوب.... غوب.... ارے باپ رے.... اُوغ....!" قاسم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبالیا۔ وہ پھر بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔ آپ مجھے پسند نہیں کرتے۔"

"پپ پسند.... بہت.... بہوت....!"

"تو پھر اس طرح منہ کیوں بند کرتے ہیں۔"

"منہ میں درد ہے۔"

"منہ میں.... درد.... واہ.... یہ نئی بات سنی۔"

"درد.... دانت میں ہو گا۔" قاسم نے کہا اور منہ پر سے ہاتھ ہٹا لئے۔

"خیر....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں بہت عرصہ سے آپ کو دیکھ رہی ہوں۔ اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آپکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ کیا آپ مجھ سے محبت کریں گے۔"

"الا قسم کروں گا.... کرتے دم تک مروں گا.... ارے ہش.... مرتے دم تک کروں

گا۔" قاسم کی بوکھلاہٹ شدت اختیار کر گئی۔ چونکہ اب اس بوکھلاہٹ میں مسرت کی آمیزش ہو گئی تھی اس لئے اس سچویشن کا کیا پوچھنا۔ اگر خود قاسم ہی ڈرائیو کر رہا ہوتا تو شاید کار سمیت ان دونوں کے چیتھڑے اڑ گئے ہوتے۔

حمید کار کو ایک سنسان سڑک پر لئے جا رہا تھا اور یہ راہ کمٹالی کے ویران میدان کی طرف جاتی تھی۔ قاسم کو اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی کہ وہ جنت میں جا رہا ہے یا جہنم میں۔ اس کا خیال ہی فضول تھا کیونکہ لے جانے والی ایک عورت تھی۔ ایسی جو قاسم کے معیار عشق پر پوری اترتی تھی۔

کمٹالی کے میدان میں حمید نے کار روکتے ہوئے کہا۔ "اتر آیئے سر تاج من، عشق لڑانے کے لئے اس سے مناسب اور جگہ کوئی نہ ہوگی۔"

ایسی بے تکلف لڑکی آج تک قاسم کی نظروں سے نہیں گذری تھی اس لئے کار سے اترتے وقت ایک بار پھر اُس پر بدحواسی کا دورہ پڑا اور یہ اتنا شدید تھا کہ وہ منہ کے بل نیچے چلا گیا۔

حمید نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا اٹھیئے اٹھیئے۔" حمید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ قاسم اوندھا پڑا ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔

"ارے اٹھیئے بھی....!" حمید نے کہا۔

"کیسے اٹھوں....!" قاسم نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "آپ تو چڑھی بیٹھی ہیں۔"

"ارے توبہ....!" حمید اُس پر سے اٹھتا ہوا بولا۔ "سچ مچ میں محبت میں بالکل دیوانی ہو جاتی ہوں۔"

"تو ئی.... کوئی بات نہیں.... ہی ہی ہی۔" قاسم نے بدقت تمام اٹھ کر کہا۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں ہی خاموش رہے پھر حمید نے کہا۔ "میں ازبکستان کی رہنے والی ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" قاسم بولا۔

"مجھ سے محبت کرو۔"

"جج.... جی ہاں....!"

"تو کرونا.... تم تو کسی اداس خچر کی طرح خاموش کھڑے ہو۔"

"ہی ہی ہی.... کیسے کروں محوبت....!" قاسم دانتوں میں انگلی دبا کر ہنسا۔

"ہائیں! تم اتنا بھی نہیں جانتے۔" حمید نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے تو

پھر میں ہی شروع کروں گی۔ مگر ہم ازبکستانیوں کے رسم و رواج بالکل مختلف ہیں۔ مرد کے طریقے الگ ہیں اور عورت دوسری طرح اظہار محبت کرتی ہے۔ اچھا چلو، جو کچھ میں کہتی ہوں اُسے غور سے سنو پھر تمہیں بھی وہی دہرانا پڑے گا۔ اے ستارو تم کہاں جا چھپے ہو باہر آؤ۔ میں تمہیں پکارتا ہوں.... اور یہ کالی گھٹائیں، جو تمہیں ہڑپ کر گئی ہیں، تھوڑی دیر کی مہمان ہیں۔ تم ان میں آنکھ مچولی کھیلتے رہو۔ ابھی کچھ دیر بعد تمہیں گواہی دینا پڑے گی کہ ہم دونوں ایک دوسری پر جان دیتے ہیں۔ چلو اب اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اُسے دہراؤ۔"

قاسم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ہکلانے لگا۔"اے سس.... ستارو.... باہر نکل کر مجھے.... مجھے.... ہڑپ کر جاؤ.... ارے نہیں.... ہش.... وہ کیا تھا سالا.... گالی کھٹائیں.... ہائیں.... ارے باپ رے.... سب سالا بھول گیا۔ ارے وہ کیا تھا.... مہمان آجائے گا سالا تھوڑی دیر میں گواہی دیتے۔"

"شٹاک....!" ایک زوردار ڈنڈا اُس کے کولہوں پر پڑا۔

"ارے باپ رے۔" وہ بے تحاشہ دہاڑ کر اچھل پڑا۔

"کہتے رہو.... پیارے.... یہ لمحے پھر لوٹ کر نہ آئیں گے۔" حمید نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ابے تو مارتی کیوں ہو۔" قاسم جھلا کر بولا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم میں سے ایک کو اظہار عشق ضرور کرنا چاہئے۔ محبت کا یہی دستور ہے۔ تم کہتے ہو کہ تمہیں اظہار محبت کرنا نہیں آتا۔ اس لئے میں نے شروع کیا تھا۔ ازبکستان کی عورتیں اسی طرح اظہار عشق کرتی ہیں۔ وہاں کا یہی رواج ہے۔"

"تو کیا ابھی اور کرو گی۔" قاسم نے کراہ کر مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کم از کم تین درجن ڈنڈے....!" حمید نے اطمینان سے کہا۔

قاسم کے دیوتا کوچ کر گئے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے.... نہ تو وہ اُسے اظہار عشق سے روک سکتا تھا اور نہ یہی چاہتا تھا کہ اُس کے کولہوں کی کھال اتر جائے۔ بہر حال جب کچھ بھی نہ بن پڑا تو وہ دل ہی میں ازبکستان والیوں کو گالیاں دینے لگا۔

"ارے تم کیا سوچ رہے ہو پیارے۔ اٹھاؤ ہاتھ اوپر۔" حمید نے قاسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"اٹھاتا ہوں.... مگر تم جو کچھ بھی کہہ رہی تھیں وہ مجھے زبانی یاد نہیں ہوتا۔"

"پرواہ مت کرو۔" حمید بول پڑا۔"تم کچھ بھی نہ کہو۔ بس چپ چاپ ہاتھ اٹھائے کھڑے رہو۔ میں خود ہی یہ سب کچھ دہراتے ہوئے تین درجن ڈنڈے پورے کرلوں گی۔"

"مر گئے۔" قاسم کی آواز میں بلا کا درد تھا۔

"میں.... تم پر جان دیتی ہوں.... ایک....!" حمید نے کہہ کر دوسرا ہاتھ رسید کیا۔

"اُوف.... فیہا....!" قاسم پھر کراہا۔

"روتے کیوں ہو.... نحوست کیوں پھیلاتے ہو.... دو....!" تیسرا پڑا۔

"ہائے.... ہاہاہا...." قاسم رونے کے سے انداز سے ہنسا۔

"میں ستاروں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ ہمیشہ تمہیں پیار کرتی رہوں گی.... تین....!"

"ہاغ.... غث.... کھال اتر جائے گی.... پیاری۔" قاسم کا لہجہ حد درجہ دردناک تھا۔

"پرواہ مت کرو.... یہ لمحات زندگی بھر ایک حسین یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب لوگ دنیا میں کہاں ملتے ہیں، جن سے عورتیں اظہار عشق کریں.... ہنسو.... قہقہے لگاؤ.... تم بڑے آدمی ہو.... چار....!"

"اَغ.... بم.... ارے تو ذرا آہستہ مارو نا۔"

"مجبوری ہے.... میں نہیں چاہتی کہ زندگی بھر ہم میں جدائی ہو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر زور سے ڈنڈا نہ جمایا گیا تو شیطان ہم پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جدائی لازمی ٹھہری۔ یہ ڈنڈے اس وقت دراصل شیطان ہی پر پڑ رہے ہیں.... پانچ....!"

"ارے جاؤ....!" قاسم جھلاہٹ میں تقریباً ناچ کر بولا۔"کھال میری اُتری جا رہی ہے اور ڈنڈے شیطان پر پڑ رہے ہیں۔ ٹھینگے پر گئی ایسی محوبت.... اب مت مارو۔"

دفعتاً حمید سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سسک سسک کر رونا شروع کر دیا۔

"ارے.... ارے...." قاسم بوکھلا گیا۔

"نہیں مجھے رونے دو۔ میری تقدیر پھوٹ گئی۔ ازبکستان کی کوئی لڑکی اتنی بدنصیب نہ ہوگی کہ جس کے محبوب نے اظہار محبت کرنے سے اُسے روک دیا ہو۔ اب میں کیسے زندہ رہوں گی۔ تم کل صبح کے اخبارات میں دیکھ لینا کہ ازبکستان کی ایک لڑکی جابرہ زہر کھا کر مر گئی۔"

حمید سر پیٹ پیٹ کر بین کرتا رہا۔

"اچھا اچھا.... روؤ نہیں.... چلو مار لو.... تین نہیں دس درجن۔ اب چوپ بھی رہو۔ خدا کے لئے.... میرا کلیجہ الٹ پلٹ ہو رہا ہے۔"

"یا خدا تیرا شکر ہے۔" حمید اٹھتا ہوا دردناک آواز میں بولا۔ "میں تو سمجھی تھی کہ اب مجھے یا تو عمر بھر کنواری رہنا پڑے گا یا خودکشی کرنی پڑے گی۔"

اُس نے پھر ڈنڈا اٹھایا اور دھڑا دھڑ قاسم پر برسانے لگا۔ لیکن اچانک کسی نے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ ہی گال پر ایک بھرپور ہاتھ بھی مارا۔ حمید لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا اور پھر اس نے فریدی کی آواز سنی، جو کہہ رہا تھا۔ "اب میں کچھ دنوں کے لئے تمہیں کسی پاگل خانے میں بند کراؤں گا۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے حمید کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ نہ تو اُسے اس دخل اندازی پر غصہ آیا تھا اور نہ یہ چانٹا ہی گراں گذرا تھا۔ ویسے داہنے گال کی ایسی ہی کیفیت تھی جیسے کھال اتار کر پسی ہوئی مرچیں چھڑک دی گئی ہوں۔

"اے کون ہے.... خبردار....!" قاسم دہاڑا۔

"بکواس مت کرو.... گدھے کہیں کے۔" فریدی نے کہا۔ "میں ہوں۔"

"کرنل صاحب.... ارے باپ رے.... ہم.... مگر آپ نے مارا کیوں.... کیوں مارا۔"

"میں تمہیں بھی ماروں گا ورنہ خاموش رہو۔"

"خواہ.... جان چلی جائے۔" قاسم دہاڑا۔ "لیکن.... لیکن.... میں بتائے دیتا ہوں کرنل صاحب آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

حمید نے ان دونوں کو الجھے دیکھا تو چپکے سے کھسک گیا۔ بہ آہستگی گاڑی میں بیٹھا اور کار حرکت میں آگئی۔

"ٹھہرو....!" فریدی نے پلٹ کر کہا لیکن کون سنتا ہے۔ پھر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی وہاں کیسے پہنچ گیا۔

کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ ویسے حمید مڑ مڑ کر دیکھتا جا رہا تھا اور اسے کسی دوسری گاڑی کی ہیڈ لائٹ بھی نظر آ رہی تھی۔ لیکن ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ دوسری گاڑی کا ڈرائیور

اُسے آ لینے کے لئے کوشاں ہو۔

پھر اُسے اپنے آگے ایک کچے راستے پر بھی ایک گاڑی نظر آئی۔ یہ کچا راستہ سڑک کو کراس کرتا تھا۔ حمید نے احتیاطاً اپنی کار کی رفتار کم کردی اور دوسری گاڑی کے سڑک پار کر جانے کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اچانک دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئیں۔ دونوں کے بریک کڑکڑائے تھے۔ دوسری گاڑی کا ڈرائیور حمید کو بُرا بھلا کہنے لگا اور پھر حمید کو بھی غصہ آگیا اور اس کی بھی زبان چل پڑی، لیکن اُسے اتنا ہوش تو تھا ہی کہ وہ کسی عورت کے میک اپ میں ہے۔ ہوش تو تھا۔ مگر نہ جانے کیوں چیختے چیختے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ دوسری گاڑی آگے بڑھ گئی لیکن حمید چیختا ہی رہا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ اُسے اپنی آواز پر بھی قابو نہیں رہا.... اور وہ اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہونے لگی ہے.... اور پھر اُسے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ وہ بعد کی باتیں یاد رکھ سکتا۔

چھت گری

حمید کو اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دیر تک بیہوش رہا تھا۔ البتہ ہوش میں آتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ وہ اب بھی اُس کار والے پر گرج برس رہا تھا۔ جس کی ذرا سی لغزش اُسے دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیتی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن اُسے بہت زیادہ بوکھلاہٹ میں نہیں مبتلا ہونا پڑا۔ کیونکہ وہ اپنی ہی خواب گاہ میں تھا اور زنانہ لباس اب بھی اُس کے جسم پر موجود تھا۔ لیکن مصنوعی بال سر پر نہیں تھے۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرے کی دیواریں اُسے پیس ڈالنے کے لئے اپنی جگہوں سے کھسک رہی ہوں۔ یک بیک وہ پلنگ پر سے اچھل کر بھاگا اور پھر دروازے کے قریب رک کر بستر کو اس طرح گھورنے لگا جیسے کچھ دیر پہلے اُس کے نیچے سانپ کلبلایا ہو۔ شاید اُس نے یہی محسوس کیا تھا۔ وہ پھر دبے پاؤں بستر کی طرف بڑھنے لگا، اور یکلخت بستر کھینچ کر دور پھینک دیا۔

اب وہ ایک کرسی پر کھڑا ہو کر نیچے جھکا ہوا اس طرح بستر کو گھور رہا تھا جیسے سانپ نکل کر بھاگنے ہی والا ہے۔ پھر اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے سانپ بلاؤز کے نیچے اس کی پشت پر کلبلایا اور وہ اچھل پڑا اور اُس کی یہ بوکھلاہٹ اُسے کرسی کے نیچے لائی۔ وہ منہ کے بل فرش پر گرا تھا اور اُس

کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اسی انداز میں اپنے کپڑے نوچ رہا تھا۔ جیسے خود کو سانپ سے بچانا چاہتا ہو۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور فریدی اندر داخل ہوا۔ وہ سلیپنگ گاؤن میں لپٹا ہوا تھا لیکن ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سو تا رہا ہو۔ وہ بڑے سکون سے حمید کو فرش پر تڑپتے دیکھتا رہا۔ لیکن پھر یک بیک اُس کی آنکھوں میں استعجاب کی لہریں نظر آئیں۔

حمید چیخا۔ ''ارے سانپ.... سانپ.... بچایئے.... بچایئے۔''

پھر وہ اچھل کر فریدی سے آٹکرایا۔ فریدی نے اُسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ حمید کی آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

''کیوں؟ کیا بات ہے۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔

''سس سانپ...!'' حمید نے ہلکی سی سسکاری لی اور اسکا سر فریدی کے بائیں بازو میں ڈھلک گیا۔

''کیا تم ہوش میں ہو۔'' فریدی نے پھر پوچھا۔

''مم.... میں ہوش میں ہوں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خدا کے لئے چھوڑ دیجئے۔'' حمید نے ایسی مضمحل آواز میں کہا جیسے برسوں کا بیمار ہو۔

فریدی نے اُسے آرام کرسی میں ڈال دیا۔ حمید کی آنکھوں کی کیفیت اب کچھ ایسی تھی جیسے ابھی ابھی جاگا ہو۔ فریدی خاموش بیٹھا رہا۔ حمید بھی کچھ نہیں بولا۔

''باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کر لو۔'' فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ کہے بغیر اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ اب اس کا ذہن کسی حد تک پر سکون تھا۔ لیکن وہ الجھاوے والے خیالات سے دامن بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے زنانہ لباس اتار کر سلیپنگ سوٹ پہنا اور تھوڑی دیر تک آئینے پر نظر جمائے رہا۔ اس کے بعد کمرے میں آکر اس نے محسوس کیا کہ فریدی بڑے غور سے اس کے حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ''شاید اب تم ہوش میں ہو۔''

لیکن اُس کے لہجے سے غصہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ حمید نے تھوک نگل کر جواب دیا۔ ''میں بالکل ہوش میں ہوں۔''

"تم گاڑی میں بیہوش پائے گئے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں شاید میں بیہوش ہو گیا تھا.... لیکن بیہوشی کی وجہ نہ بتا سکوں گا۔"

"مگر تم شاید گاڑی روک کر بیہوش ہوئے تھے۔"

حمید نے سڑک کراس کرنے والی کار کے متعلق اُسے بتایا۔

فریدی چند لمحے اُسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا اُس گاڑی سے کوئی غیر ملکی بولا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ لہجہ مشرقی نہیں تھا۔" حمید نے جواب دیا۔

فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر بولا۔ "تم نے دستانے ابھی تک نہیں اتارے۔ میرا خیال ہے شیری پیتے وقت بھی داہنے ہاتھ کا دستانہ نہ اتارا ہو گا۔"

"وہ.... دد.... دیکھئے.... میں نے سوچا کہ اُن تینوں کو وہیں کیوں نہ روک لوں۔"

"کیونکہ یہ ایک شاندار کارنامہ ہوتا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم انہیں وہاں روک لیتے اور نتیجے کے طور پر زمین کی گردش رک جاتی۔ نہ صبح ہوتی نہ شام ہوتی۔"

"دیکھئے آپ سمجھے نہیں۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی اٹھ کر ٹہلتا ہوا بولا۔ "تمہیں ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ میں تمہارے محیر العقول کارناموں کو سمجھنے ہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ داد کیا دوں گا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اٹھ کر تمباکو کی پاؤچ اور پائپ تلاش کر رہا تھا۔

"جانتے ہو.... تمہاری اس حرکت سے مجھے کیا نقصان پہنچا ہے۔"

"فائدہ ہی کب پہنچا ہے آپ کو میری ذات سے۔" حمید جھلا گیا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے لئے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔"

"جب میں پوری طرح حالات سے آگاہ نہ رکھا جاؤں گا تو یہی ہو گا۔"

"تمہیں حالات سے کیا سروکار۔ میں نے جو کام تمہارے سپرد کیا تھا وہ کچھ ایسا پیچیدہ نہیں تھا کہ تمہارے لئے مسائل پیدا کرتا۔ صرف تین آدمیوں کی نگرانی کرنی تھی۔"

"اگر وہ تین مختلف راہیں اختیار کرتے تو۔"

"یہ بھی بکواس ہے.... میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اس وقت ان کی راہیں مختلف نہ ہوں گی۔"

"جب اتنا کچھ جانتے تھے تو نگرانی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ کام ایک سادہ لباس والا بھی کر سکتا تھا۔"

"لیکن تم اُس سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہو۔"

حمید الماری سے تمباکو کا نیا ڈبہ نکال رہا تھا۔ اچانک اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اس طرح کپڑے جھاڑنے لگا جیسے کوئی تیز رفتار کیڑا آستین کے راستے اوپر چڑھ آیا ہو۔

پھر اُس نے قمیض اتار ڈالی اور اُسے جھٹکنے لگا۔

فریدی تشویش کن نظروں سے اُس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ "پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔"

"کیوں....!"

"کچھ دیر پہلے مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میرے بستر میں سانپ گھس آیا ہو۔ پھر وہ سانپ قمیض کے نیچے پشت پر کلبلایا تھا۔ پھر اب.... کیڑے سے رینگتے ہیں۔"

"چلو بیٹھ جاؤ...." فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "تم قاسم کو وہاں کیوں لے گئے تھے اور یہ کیا حرکت تھی۔"

"صرف تفریح کے موڈ میں تھا۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اگر میں اُسے بتادوں کہ وہ تم تھے تو کیسی رہے گی۔"

"کیا ابھی نہیں بتایا۔"

فریدی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تو اب بتائیے گا بھی نہیں، ورنہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں نے سوچا تھا کہ آج اس کی کھال گرادوں گا۔"

"اور میں تمہارے ساتھ اس سے بھی بُرا برتاؤ کرنے والا ہوں۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "دیکھئے سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوتا لیکن میں آج کل ہلدا کی فکر میں ہوں۔ میں نے دراصل وہ میک اپ پہلے کیا تھا۔ بعد میں آپ کی کال آئی تھی۔ میں نے سوچا چلو ایک ساتھ دو کام ہو جائیں گے۔ انہیں نپٹا کر ہلدا کی فکر کروں گا ورنہ اس سے پہلے بھی کبھی میں نے زنانہ میک اپ کیا تھا....؟ اور پھر وہ شراب پلانے والا واقعہ

بھی یونہی سا تھا اگر مجھے غصہ نہ آجاتا تو میں انہیں ہرگز شراب نہ پلاتا۔ اُن میں سے ایک نے مجھے آنکھ ماری تھی، بس مجھے تاؤ آگیا اور میں نے انہیں اتنی پلادی کہ وہ آپس میں لڑ مرے۔"

حمید نے واقعات کو توڑ مڑور کر کسی حد تک غلط انداز میں پیش کیا تھا۔ لیکن اُسے ڈر تھا کہ زبان رکتے ہی فریدی کاٹ کرنا شروع کردے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ فریدی نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ اُس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کوئی دوسری بات سوچنے لگا ہو۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "اب مجھے براہِ راست ناگر ہی پر نظر رکھنی پڑے گی۔"

"آخر قصہ کیا ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کوئی نامعلوم آدمی یہاں کے بعض تھکے ہوئے جرائم پیشہ لوگوں کو دوبارہ میدان عمل میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ طریقہ وہ اختیار کیا ہے کہ جرائم پیشہ لوگ بھی چکرا کر رہ گئے ہیں۔ کام تو کر رہے ہیں وہ اُس کے لئے لیکن کام کی نوعیت اُن کے لئے حیرت انگیز ہے۔ کبھی اُن سے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کتے کی لاش اٹھا کر کسی کنوئیں میں پھینک دیں اور کبھی ہدایت کی جاتی ہے کہ فلاں جگہ ایک کچھوا دفن ہے اُسے کھود نکالو اور شہر کے واٹر سپلائی ٹینک میں ڈال آؤ۔ بہر حال ایسی ہی کئی لایعنی حرکتیں وہ اُن سے کرا چکا ہے۔"

"جب آپ اتنا جانتے ہیں تو اُس آدمی کو نامعلوم کیوں کہتے ہیں۔"

"ایسا ہی قصہ ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "ناگر کو یہ احکامات ایک لڑکی کے ذریعہ ملتے ہیں۔"

"لل.... لڑکی....!" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہکلایا۔

"ہاں.... لیکن تمہیں اس کا پتہ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"مجھے ضرورت بھی نہیں ہے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑا۔

اب وہ پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں پاجامے کے پائینچے جھاڑ رہا تھا اور ساتھ ہی اچھلتا کودتا بھی جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم...." فریدی بھی جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"چھپکلی.... شش.... شاید چھپکلی چڑھ گئی ہے۔"

فریدی اُسے غصیلی نظروں سے گھورتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ حمید کی آنکھوں سے خوف

جھانک رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ نڈھال ہو کر آرام کرسی میں گر گیا۔

مونا کرسٹی چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑی کسی خوفزدہ بچے کی طرح پلکیں جھپکا رہی تھی۔ شاید دوسری طرف سے بولنے والا سانس لینے کے لئے رکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد پھر آواز آئی۔

"مونا.... ناگر بالکل ناکارہ ثابت ہو رہا ہے۔ اُس نے گدھے قسم کے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا تمہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔ یہاں کا محکمہ سراغ رسانی ناگر اور اس کے ساتھیوں میں اس حد تک دلچسپی لے رہا ہے کہ اس کے ساتھی اس وقت حوالات میں ہیں۔ تم ہوشیار رہو۔ ناگر کو آگاہ کر دو کہ وہ تم سے ملنے کی کوشش نہ کرے، تم اس سے صرف فون پر گفتگو کر سکتی ہو۔ اور ہاں تم یہاں دوست بنانے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے علم ہے کہ تم نے کئی لڑکیوں سے دوستی کی ہے۔"

"میں کیا کروں باس.... یہاں کی لڑکیاں عجیب ہیں، زبردستی دوست بن جاتی ہیں۔" مونا نے کہا۔

"اُن سے بے رخی سے پیش آؤ۔ پھر نوٹ کرو کہ اُن میں سے کون اس کے باوجود بھی تم سے ملنے کی کوشش کرتی ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا باس۔"

"بحث مت کرو۔" دوسری طرف سے بولنے والا غرایا۔

مونا سہم کر خاموش ہو گئی۔

دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ "میرا خیال ہے کہ اس ملک کا سب سے بڑا سراغ رساں کرنل فریدی ہمارے معاملات میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ناگر ہی کے ذریعہ ان معاملات سے آگاہ ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہنچ تم تک ہو گئی ہو۔ اس لئے بہت محتاط رہو۔ اس ٹرانسمیٹر کی حفاظت کا خاص طور پر خیال رکھو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اوور.... اینڈ آل....!" آواز آنی بند ہو گئی۔

مونا نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔ اب اُس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے نفرت کی لہریں

تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس نامعلوم آدمی کے خلاف کچھ کر کے رہے گی۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کے چہرے سے تھکن سی ظاہر ہونے لگی۔ اس نے الماری کھول کر پورٹ کی بوتل نکالی اور گلاس میں چار انگل ناپ کر انڈیلی چند لمحے رنگین شراب کی سطح پر روشنی کا عکس دیکھتی رہی پھر اسے ایک گھونٹ میں حلق سے اتار گئی۔

سورج غروب ہو چکا تھا لیکن باہر ابھی اتنا اجالا تھا کہ بجلی کی روشنی پھیلاؤ نہیں اختیار کر سکی تھی۔ وہ کمرے سے بالکنی پر آ گئی۔

نیچے سڑک پر آدمیوں کا سیل عظیم رواں دواں تھا۔ اُس نے اپنے فلیٹ کے برابر والی بالکنی پر نظر ڈالی اور بے اختیار مسکرا پڑی۔ وہاں ایک نوجوان بڑے بے نیازانہ انداز میں کھڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کے ذہن میں کسی مقبول ترین فلمی ہیرو کا تصور رہا ہو۔ اس کی وضع قطع بھی "فلمیوں" ہی کی سی تھی۔

مونا دل ہی دل میں گھٹ کر رہ گئی۔ اگر وہ آزاد ہوتی تو اُس نوجوان کو بیوقوف بنا کر تھوڑی سی تفریح ضرور کرتی۔ پہلے اسے یہ ہدایت ملی تھی کہ وہ اجنبی مردوں سے ربط و ضبط بڑھائے لیکن اب لڑکیوں سے ملنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کس عنوان سے بے رخی اختیار کرے گی۔ کیونکہ وہ تو انہیں پہلے ہی یقین دلا چکی تھی کہ وہ بہت گاڑھی محبت کرنے والی ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی اپنے پرانے ملنے والوں کو نہیں بھولتی۔

وہ یک بیک چونک پڑی۔ باہر کوئی کال بل کا بٹن دبا رہا تھا اور اندر گھنٹی متواتر چیخے جا رہی تھی۔

"کون ہے....!" اُس نے قریب آ کر دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔

"میں روزی ہوں۔" باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔

"جاؤ.... چلی جاؤ۔" مونا حلق پھاڑ کر چیخی۔ "میں اس وقت نشے میں ہوں، تمہیں پھاڑ کھاؤں گی۔ پھر تمہاری دادی اپنی قبر سے اٹھ کر بھاگی آئیں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ باہر بھی سناٹا ہی تھا۔ پھر اُس نے لوٹتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

❁

"تم آخر بیہوش کیسے ہو گئے تھے۔ یہ تو بتاؤ۔" کرنل فریدی حمید سے پوچھ رہا تھا۔

"بخدا میں بیہوش ہو گیا تھا۔ آپ اسے مکر نہ سمجھئے۔ غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھ سے چونکہ ایک بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے اس لئے میں نے بیہوشی کا ڈھونگ رچایا تھا۔ میں کیا بتاؤں مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیسے بیہوش ہو گیا تھا۔ مگر ٹھہریئے دیکھئے۔"

حمید داہنے ہاتھ کی آستین الٹنے لگا۔ بازو ننگا ہو جانے پر اُس نے ایک جگہ انگلی رکھی اور اُسے ہولے ہولے دباتا ہوا بولا۔ "یہ دیکھئے یہاں ایک چھوٹی سی گلٹی ہے اور اس میں ہلکا سا درد بھی ہوتا ہے۔"

فریدی اس کا بازو پکڑ کر دیکھنے لگا اور پھر اُس پر سے نظر ہٹائے بغیر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو انجکشن کا نشان ہے۔ سو فیصدی یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"کیا مجھے یہاں لا کر انجکشن دیا گیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم نے مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ حرکتیں تم سے اسی لئے سرزد ہو رہی ہیں کہ ان میں الجھ کر میں اپنا غصہ بھول جاؤں۔"

"تو پھر.... اگر یہ انجکشن کا نشان ہے۔"

"ٹھہرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم اس کار والے کی شکل دیکھ سکے تھے جس نے سڑک کراس کرنا چاہا تھا۔"

"نہیں میں اسمیں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہاں اب آپ یہ بتایئے کہ میرے پیچھے کس کی کار تھی۔"

"مجھے علم نہیں.... کیا حقیقتاً تمہارے پیچھے بھی کوئی کار تھی۔"

"قطعی تھی، لیکن میں اُسے آپ کی گاڑی سمجھا تھا۔"

"مگر میں تو اس وقت کمٹالی کے میدان میں قاسم کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دراصل اُسے ندامت نے ہموار کیا تھا۔ وہ اس طرح ایک عورت کے ہاتھوں پٹنے پر بے حد شرمندہ تھا۔ بہر حال ایک گھنٹے سے پہلے میری روانگی نہیں ہوئی تھی۔ واپسی پر مجھے تمہاری گاڑی ملی تھی جس کی اگلی سیٹ پر تم بیہوش پڑے تھے۔"

"اُوہ.... تب تو پھر میری نادانستگی میں میرے گرد ایک بہت بڑا جال پھیلایا گیا تھا۔ بیہوش ہو جانے کے بعد کسی نے کوئی چیز میرے بازو میں انجکٹ کی ہو گی.... اوہ.... اُف فوہ.... تو کیا میری...." حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"حمید....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد اُسے مخاطب کیا۔ "اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو پھر ہمیں بہت زیادہ محتاط ہو جانا چاہئے۔ ان واقعات کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ نامعلوم آدمی شہر کے چند بُرے آدمیوں کو کسی مقصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ لیکن خود بھی ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ وہ کوئی کام ان کے سپرد کر کے سو نہیں رہتا بلکہ کچھ دوسرے لوگ بھی مقامی بدمعاشوں کی نگرانی اُن کی لاعلمی میں کرتے رہتے ہیں۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ اُن تینوں کا حوالات میں پہنچ جانا ہی بہتر ہوا، ورنہ کسی دن کم از کم اس آدمی کی شامت ضرور آجاتی، جو مجھے اطلاعات بہم پہنچاتا رہا ہے۔"

"ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اگر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہ کروں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں بالکل گدھا ہی ہوں۔"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا اور دفعتاً حمید چیخ مار کر اچھل پڑا۔ "ارے چھت گری۔"

دوسری ہی لمحے بعد وہ برآمدے سے صحن میں تھا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ "باہر نکلئے.... باہر نکلئے.... چھت گر رہی ہے۔"

جھگڑا اور فائر

حمید کا مرض عجیب تھا۔ شہر کے بہترین ڈاکٹروں نے اُسے دیکھا لیکن مرض کے متعلق کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ یہ بات دوسری تھی کہ وہ اسے مالیخولیا ہی قسم کی کوئی ذہنی بیماری قرار دے رہے تھے۔ علامات کی بناء پر ایک معمولی آدمی بھی یہی رائے قائم کرتا۔ مگر وہ سارے ڈاکٹر اس بات پر بھی متفق تھے کہ ذہن پر مالیخولیا کے اثرات نہیں ہیں۔

اب فریدی بھی اس مسئلے پر سنجیدگی سی غور کرنے لگا، ورنہ پہلے تو وہ یہی سمجھا تھا کہ حمید کسی دوسری شرارت کا پلاٹ مرتب کر رہا ہے۔ اُسے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ کیونکہ حمید نے اس قسم کی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ ایک بھری پُری سڑک پر کیا تھا۔ پچھلی شام وہ صدر کے ایک فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ غالباً فریدی شاپنگ کرنے نکلا تھا۔ اچانک حمید بھڑک کر بھاگا اور ٹریفک کی پرواہ کئے بغیر سڑک کے وسط میں بھاگتا چلا گیا۔

استفسار پر اُس نے بتایا تھا کہ ایک بس فٹ پاتھ پر چڑھ آئی تھی اگر وہ ذرا سا بھی چوکتا تو کچل کر رہ جاتا۔

پھر دو تین دن بعد ٹریفک کے کچھ ایسے حادثات ہوئے جن سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ اس طرح کچھ لوگ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے بھڑک کر بھاگے تھے اور بدحواسی میں بسوں، ٹراموں اور کاروں کی زد میں آکر ختم ہو گئے تھے۔

پھر پرانے شہر سے اطلاع ملی کہ وہاں کی تقریباً نصف آبادی وہم اور مالیخولیا کا شکار ہو گئی ہے۔ لوگ رات گئے گھروں سے نکل کر بھاگتے ہیں اور جدھر سینگ سمائے بھاگتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اکثر دیواروں اور درختوں کے تنوں سے ٹکرا کر زخمی بھی ہوئے تھے۔

مکانوں کی اوپری منزلوں پر رہنے والے بے تحاشہ دوڑتے ہوئے زینوں پر آئے اور اُن کی بوکھلاہٹ پیروں کو تکلیف دیئے بغیر ہی نیچے لے آئی۔ اس طرح کئی آدمی زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اس وبائی ہیجان نے سارے شہر کو سراسیمہ کر کے رکھ دیا۔ ویسے یہ وباء ابھی نئے شہر میں نہیں داخل ہوئی تھی۔ نئے شہر میں شاید حمید ہی اس کا شکار ہوا تھا یا ہو سکتا ہے، دو چار اور بھی رہے ہوں۔ شہر کے جدید حصے میں، جو حادثے ہوئے تھے ان میں کام آنے والے بھی پرانے ہی شہر کے باشندے ثابت ہوئے تھے۔

حمید عام حالات میں بالکل نارمل نظر آتا تھا۔ مالیخولیائی دورے کسی کسی وقت اچانک پڑتے تھے۔ اس سے پہلے یہ بات اسکے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتی کہ تھوڑی ہی دیر بعد دورہ پڑ جائے گا۔

اس وقت وہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا لیکن آج کل وہ خود ڈرائیو نہیں کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ڈرائیو نہ کیا کرے ویسے بھی حمید اپنی ذمہ داری پر مرنا تو ہرگز پسند نہ کرتا۔

کار کمپاؤنڈ سے باہر نکلی ہی تھی کہ ایک اجنبی نے راستہ روک لیا۔ ڈرائیور نے بریک لگائے اور حمید اس آدمی پر برس پڑا۔

"مجھے آپ کو ایک خط دینا ہے جناب۔" اجنبی نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"لاؤ....!" حمید کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر غرایا۔

لفافہ لے کر اُسے کھولے بغیر اُس نے ڈرائیور سے کہا۔ "چلو۔"

کار آگے بڑھ گئی۔ اب حمید نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا جس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔ پھر اُس نے اُسے چاک کر کے خط نکالا۔ پہلی ہی نظر میں اس نے تحریر پہچان لی۔ یہ فریدی کا خط تھا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"حمید.... خدشہ ہے کہ یہ حیرت انگیز وبا شہر کے جدید حصے میں بھی پھیل جائے گی۔ تم تو اس کے شکار ہو کر بیکار ہو ہی چکے ہو۔ لہٰذا اب میں اپنے لئے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ دنوں کے لئے شہر ہی چھوڑ دوں۔ اس دوران میں تمہیں چاہئے کہ ناگر کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔ اس کیلئے تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر بیٹھے اُسے طلب کر سکتے ہو۔ اُس سے اس قسم کے سوالات کرتے رہو جیسے تم اُس سے اس وباء کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اُسے صرف دھمکیاں دیتے رہو۔ حراست میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ باہر مت نکلو۔ وقتاً فوقتاً میری طرف سے تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ اس وباء کا ذمہ دار کوئی آدمی ہے۔"

حمید نے خط ختم کر کے ایک طویل سانس لی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ جب سے اُس پر اس قسم کے دورے پڑنے لگے تھے اُسے زندگی کی ہماہمی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دورے کی حالت میں بھی یہ احساس اس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں ضرور موجود ہوتا تھا کہ اُس سے حماقت سرزد ہو رہی ہے لیکن دورے کی شکل میں جو اضطراری افعال اس سے سرزد ہوتے تھے اُن پر وہ قابو بھی نہیں پاسکتا تھا بس ایک لہر سی اٹھتی تھی اور وہ اسی لہر میں بہتا چلا جاتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے اُسے ایسا محسوس ہوتا رہتا جیسے چھت یقینی طور پر گر گئی ہو گی۔ پھر جب وہ اس ذہنی کیفیت کے دور سے گذر جاتا اور خیالات کی رو پھر شعور سے قریب ہو جاتی تو اُسے اپنی کچھ دیر پہلے والی حماقت پر بے تحاشہ ہنسی آنے لگتی۔ غرضیکہ اس ذہنی کیفیت کو زیادہ سے زیادہ نیم شعوری کیفیت کہا جاسکتا تھا۔ بیہوشی ہرگز نہیں۔

دورے کے اختتام پر تھوڑی دیر بعد اس کے ذہن میں بیزاری سر ابھارتی اور زندگی کی ساری رنگینیاں اس کی نظروں میں خاک و خون سے زیادہ وقعت نہ رکھتیں۔

اس نے خط کے پرزے پرزے کر کے کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور ڈرائیور سے بولا۔ "واپس چلو۔"

ڈرائیور سمجھا شاید دورہ پڑنے والا ہے۔ لہٰذا اُس نے اتنی بدحواسی کے ساتھ ٹرن لیا کہ ایک حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔

فریدی کا خیال درست نکلا۔ یہ وبا شہر کے جدید حصے میں بھی پھیلنے لگی اور پھر سڑکیں ویران ہوگئیں، نہ جانے کتنے حادثات ہو چکے تھے۔ لوگ چلتے چلتے گاڑیوں سے جا ٹکراتے اور وہ انہیں کچل کر رکھ دیتیں۔ لوگ شہر سے مضافات کی طرف بھاگنے لگے۔

ایک ہفتے کے اندر ہی اندر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اساطیری عفریتوں نے کسی قدیم شہر کو تاراج کر دیا ہو۔ حکومت کی ذمہ دار شخصیتیں بھی شہر سے ہٹ گئی تھیں اور سارے دفاتر ہٹا دیئے گئے تھے۔ اس حیرت انگیز وبا نے ساری دنیا کو چکرا کر رکھ دیا۔ مختلف ممالک سے طبی مشن آنے لگے لیکن خود ان مشنوں کے بیشتر افراد بھی اسی وبا کا شکار ہوگئے۔

ابھی تک حالات پر قابو نہیں پایا جا سکا تھا۔ بڑی بڑی طبی تجربہ گاہیں دن رات کھلی رہتیں۔ اس مرض کے متعلق چھان بین ہوتی لیکن اسے ختم کرنے کا کوئی مستقل ذریعہ ہاتھ نہ آتا اور نہ اس کے اسباب ہی سمجھ میں آتے۔

اچانک ایک دن شہر کی سڑکوں پر ایک چھوٹی سی کار دیکھی گئی جس پر لاؤڈ سپیکر کے ہارن فٹ تھے اور کوئی شخص متواتر اعلان کرتا پھر رہا تھا۔

"بھائیو! میں نے اس وبائی ہیجان کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ آپ مجھے آج سے نہیں، بہت عرصہ سے جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر گوہن ہوں۔ میں خود بھی اس وبا کا شکار ہوا تھا لیکن اتفاقاً اس کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ آپ بھی سنئے اور اس سے فائدہ اٹھائیے۔ جب اس وبا کا زور نہ ٹوٹے تو اسی علاج کو بار بار دہراتے رہیے۔ علاج یہ ہے کہ تین اونس چائے کے پانی میں کم از کم ڈیڑھ اونس نمک حل کر کے پی جائیے۔ دن میں کم از کم دوبار تین اونس چائے کے پانی میں ڈیڑھ اونس نمک.....!"

لوگ سراسیمہ تو تھے ہی۔ انہوں نے یہ نسخہ بھی آزمایا اور پھر شام ہوتے ہوتے ڈاکٹر گوہن زندہ باد کے نعرے گلی کوچوں میں گونجنے لگے۔

دوسرے دن کے اخبارات صرف ڈاکٹر گوہن کی تصاویر اور اس کے حالات سے بھرے

پڑے تھے۔ وہ ایک مغربی ملک کا باشندہ تھا اور چند سال پہلے اُس نے یہیں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ ایک اچھے معالج کی حیثیت سے وہ پہلے ہی سے کافی شہرت رکھتا تھا۔

اخبارات میں وہ واقعہ بھی درج تھا جس کی بناء پر اچانک وہ علاج دریافت ہو گیا تھا، ہوا یہ کہ ڈاکٹر گوہن چائے پینے جارہا تھا۔ اُس نے ایک کپ تیار کیا اور خیالات میں ڈوبا ہوا اس کا گھونٹ حلق سے اتار گیا۔ گھونٹ حلق سے بس بوکھلاہٹ ہی میں اتر گیا تھا ورنہ وہ گھونٹ تو ایسا تھا کہ زبان ہی اسے نہ برداشت کر سکتی۔ ڈاکٹر نے غلطی سے شکر کی بجائے نمک کے دو چمچے چائے میں ڈال لئے تھے۔ اس کا موڈ اس واقعہ سے اتنا خراب ہو گیا کہ اس نے پھر چائے نہیں پی۔ لیکن اس کے بعد کئی گھنٹے تک اس پر مالیخولیائی دورہ بھی نہیں پڑا۔ ویسے پہلے دو دو گھنٹے کے وقفے سے اُس پر ہلکے قسم کے دورے پڑتے رہے تھے۔ پھر جب پورا ایک دن گذر گیا اور اس پر دورے نہ پڑے تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ یہ کس دوا کا رد عمل ہو سکتا ہے۔ اس نے وہ ساری دوائیں دوسرے مریضوں پر آزما ڈالیں، لیکن اس سے مرض میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آخر کار اُسے وہ نمکین چائے یاد آئی اور اس نے اسے آزمانا شروع کیا.... نتائج حیرت انگیز تھے۔ مریض روبصحت نظر آنے لگے۔ اُن پر دن بھر دورے نہیں پڑے تھے۔

یہ کہانی لکھ کر اخبارات نے رائے ظاہر کی تھی۔ ڈاکٹر گوہن ایک سچا وطن پرست آدمی ہے، حالانکہ اس کی موجودہ وطنیت زیادہ پرانی نہیں ہے، لیکن پھر بھی وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں وطن کے لئے گہری محبت رکھتا ہے۔ اس کی جگہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو اسی نسخے کی بدولت کروڑ پتی ہو جاتا، مگر وہ سڑکوں پر اس نسخے کا اعلان کرتا پھر رہا ہے۔

کئی دن تک ڈاکٹر گوہن کی کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ لوگ اس کا نسخہ استعمال کرتے رہے۔ وبا کا زور کم ہو گیا۔ اب سرکاری طور پر بھی اس نسخے کا علاج کیا جانے لگا تھا۔

کیپٹن حمید بھی یہی نسخہ استعمال کر رہا تھا اور اُسے یقین تھا کہ اب اُس پر دورے نہ پڑیں گے۔ اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ذہنی یا جسمانی طور پر کبھی بیمار ہی نہ رہا ہو۔

اس دوران میں فریدی اکثر اُس سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

حمید ڈاکٹر گوہن کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ اُس نے واقعی ملک و قوم پر بڑا احسان کیا تھا....

مگر اس طرح اچانک کوئی علاج دریافت ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر ہی اندر علاج بھی دریافت ہوا، اس پر تجربات بھی ہوئے اور اعلیٰ پیمانے پر مریضوں کو شفا بھی ہونے لگی۔

مگر چونکہ اُسے فریدی کی طرف سے اس کے متعلق کوئی ہدایات نہیں ملی تھیں، اس لئے وہ خاموش تھا۔ ناگر تو شہر سے ایسا غائب ہوا تھا جیسے کبھی وہاں رہا ہی نہ ہو۔ حمید نے اُسے تلاش کرنے کے لئے سادہ لباس والوں کی ایک بہت بڑی ٹولی تعینات کی تھی۔

البتہ ڈاکٹر گوہن کا معاملہ اس کے لئے ایک مستقل ذہنی خلش بن کر رہ گیا تھا۔ آخر کار اُس نے اس کی بھی نگرانی شروع کرادی۔ نگرانی کرنے والوں کا انچارج سارجنٹ رمیش تھا۔

رمیش اُسے ہر تین گھنٹے بعد اُس کے متعلق اطلاعات دیتا تھا۔ مگر حمید کی دانست میں ابھی تک صرف ایک ہی کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں۔ دونوں بے حد حسین تھیں۔ سفید فام تھیں۔ ان میں سے ایک روزا سیکریٹری تھی اور دوسری مونا کرسٹی نرس۔

حمید نے ایک دن تو کسی نہ کسی طرح صبر کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر گوہن پر چڑھ دوڑا۔ یہ ماڈل ٹاؤن کی ایک بڑی عمارت میں رہتا تھا۔ ماڈل ٹاؤن شہر کی جدید ترین بستی تھی اور یہاں بہت زیادہ مالدار طبقے کے لوگ آباد تھے۔

عمارت جس میں گوہن رہتا تھا بڑی شاندار تھی۔ اس کے ایک حصے میں اس کی رہائش تھی اور دوسرے میں ہسپتال تھا۔

آج کل تو اس نے کمپاؤنڈ میں ایک بڑا شامیانہ لگا رکھا تھا اور باہر ہی بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا تھا۔ پھاٹک کے قریب نمکین چائے کی دیگیں چڑھی رہتی تھیں۔

حمید سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر گوہن شامیانے کے نیچے ہی موجود تھا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی کیونکہ اس کے بال بالکل سفید تھے۔ مگر جسم کی بناوٹ اتنی شاندار تھی کہ خضاب استعمال کرنے پر تیس اور چالیس کے درمیان معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر گھنی ڈاڑھی اور مونچھیں تھیں۔ حمید اُسے اس سے پہلے بھی اکثر دیکھ چکا تھا۔

مگر اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شامیانے کے نیچے ہنگامہ برپا ہو۔ کئی لوگ چیخ چیخ کر

گفتگو کر رہے تھے اور ڈاکٹر گوہن بھی اچھے موڈ میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

حمید کے قدم تیزی سے شامیانے کی طرف اٹھنے لگے۔ ڈاکٹر گوہن کے سامنے تین غیر ملکی تھے۔ یہ بھی کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ وہ ڈاکٹر گوہن کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "میں دیکھوں گا کہ یہ چائے والا فراڈ کب تک چلتا ہے۔ میں کہتا ہوں...."

"میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" ڈاکٹر گوہن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تمہیں سننا پڑے گا.... تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ تمہاری یہ نمکین چائے اتنی ہی زود اثر ہے۔"

"آنکھیں کھول کر دیکھو.... یہ ثابت ہو چکا ہے۔" گوہن غرایا۔ "پورا شہر تمہیں بتائے گا۔"

"یہ ہماری تقسیم کردہ ٹکیوں کا اثر ہے۔" غیر ملکی نے کہا۔

"تمہاری ٹکیاں میں خود بھی استعمال کر چکا ہوں۔ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں خود بھی اس وبا کا شکار ہو چکا ہوں۔"

"عنقریب تمہاری پول کھل جائے گی۔" غیر ملکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جاؤ.... جاؤ.... اگر تم میرے ملک میں مہمان نہ ہوتے تو بتاتا تمہیں۔" ڈاکٹر گوہن نے نہتائی غصے کے عالم میں ہاتھ ہلا کر کہا۔

حمید کو اس قضیئے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ رہا تھا، و ڈاکٹر گوہن کے پیچھے کھڑی تھی۔

حمید چکر کاٹ کر اس کے قریب پہنچا۔

"سنئے محترمہ....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی اس کی طرف مڑی اور پھر بیساختہ چونک پڑی۔ لیکن فوراً ہی سنبھل بھی گئی۔ ہلکی سی سکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نظر آئی تھی۔

"فرمایئے۔"

"ذرا.... ادھر.... الگ آیئے۔"

وہ اس کے ساتھ کچھ دور ہٹ آئی۔

"یہ کون بدتمیز ہے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "جو ڈاکٹر جیسے فرشتہ خصلت آدمی سے

الجھ رہا ہے۔ کیا میں اسے کچا چبا جاؤں۔"

"نہیں.... ابال کر کھائیے۔ کیا آپ اس کی کچھوے جیسی کھال نہیں دیکھ رہے ہیں۔" لڑکی مسکرائی۔

"نہیں.... بتائیے تو آخر یہ کون بیہودہ ہے۔"

"کسی بیرونی مشن کا کوئی ڈاکٹر ہوگا۔" لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔

"اور یہ نمکین چائے کو لغو قرار دے رہا ہے، جسے میں بھی استعمال کر کے فائدہ اٹھا چکا ہوں۔"

"اوہ.... تو پھر آپ کہتے کیوں نہیں اُس سے۔ کیا آپ کسی بیرونی طبی مشن کی دوائیں بھی استعمال کر چکے ہیں۔"

"ہرگز نہیں.... ایک بھی نہیں۔ میں نے تو نمکین چائے کے علاوہ سرے سے اور کوئی دوا استعمال نہیں کی۔"

لڑکی حمید کو جواب دیئے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ اس نے ڈاکٹر گوہن سے آہستہ آہستہ کچھ کہا اور ڈاکٹر گوہن جھلائی ہوئی بلند آواز میں بولا۔ "جہنم میں جائے مجھے گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کس کی پرواہ ہے۔"

پھر اُس نے دوسرے غیر ملکی سے کہا۔ "میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔ اگر میں فراڈ رہا ہوں تو میرے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔"

اب وہ ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر عمارت کی طرف مڑ گیا۔ اس کی رفتار بڑی تیز تھی۔ مگر حمید کو اس کی رفتار سے زیادہ اُس کی پتلون کی داہنی جیب سے دلچسپی تھی، جس میں رفتار کی تیزی کی وجہ سے کوئی وزنی چیز زور زور سے ہل رہی تھی اور یہ چیز ریوالور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

ایک ڈاکٹر کی جیب میں ریوالور کا کیا کام.... ؟ حمید سوچنے پر مجبور ہو گیا اور پھر وہ اپنے مکان کی کمپاؤنڈ ہی میں تھا۔ کیا کوئی ڈاکٹر مریضوں کو دیکھتے وقت بھی اپنے جیب میں ریوالور رکھ سکتا ہے۔

وہ تینوں غیر ملکی قہر آلود نظروں سے عمارت کی طرف دیکھتے رہے اور پھر پھاٹک کی طرف مڑ گئے جہاں ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی سیڈان کھڑی تھی۔

حمید نے سیڈان کے قریب ایک مقامی ڈاکٹر کیپٹن سانگلو کو بھی دیکھا۔ یہ شاید انہیں غیر ملکیور

کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ چاروں سیڈان میں بیٹھ گئے۔

اب حمید پھر لڑکی کی طرف مڑا اور اس کی آنکھیں جھپک گئیں کیونکہ اب وہاں ایک کی بجائے دو لڑکیاں تھیں۔

"کیا مجھ پر دورہ پڑنے والا ہے۔" حمید بڑبڑایا اور وحشت خیز نظروں سے لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ کیوں....؟" پہلی لڑکی نے پوچھا۔

"ایک کی دو نظر آنے لگتی ہیں.... دورے سے پہلے۔" حمید کی آواز خوفزدہ سی تھی۔

دونوں ہنس پڑیں۔ لیکن یہ ہنسی طویل نہ ہو سکی کیونکہ یک بیک عمارت سے پے در پے کئی فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔ حمید عمارت کی طرف دوڑا۔

ناچ

فریدی موٹر سائیکل پر شاذو نادر ہی بیٹھتا تھا۔ مگر جب بیٹھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ طوفان پر سوار ہو۔

اس وقت بھی بالکل یہی کیفیت تھی۔ پرنسٹن کے چوراہے پر سرخ روشنی نے ٹریفک روک رکھا تھا لیکن اس کی موٹر سائیکل نکل ہی گئی۔ اس پر ٹریفک سارجنٹ نے جھلا کر سیٹی بجائی۔ فریدی نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اُسے کسی قسم کا اشارہ کیا لیکن سارجنٹ نے اپنی موٹر سائیکل اس کے پیچھے چھوڑ ہی دی۔ شاید اس نے اُسے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا۔ بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد اس نے فریدی کو جالیا۔

"دفع ہو جاؤ۔" فریدی غرایا۔ "میں ٹریفک کے اصولوں کا اس وقت پابند نہیں ہوتا جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔"

دونوں موٹر سائیکلیں برابر سے دوڑ رہی تھیں۔

"معاف کیجئے گا جناب.... کرنل صاحب۔ میں نے پہچانا نہیں تھا۔" سارجنٹ نے کہہ کر رفتار کم کر دی۔ فریدی کی موٹر سائیکل بدستور فراٹے بھرتی رہی۔

کچھ دیر بعد آبادیاں بہت پیچھے رہ گئیں اور جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سڑک سنسان پڑی تھی اور آہستہ آہستہ دھندلکا پھیل رہا تھا۔

فریدی نے موٹر سائیکل روک کر ایک گڑھے میں اتارا اور اس کچے راستے کے سرے پر چلا آیا، جو بائیں جانب والے جنگل سے نکل کر سڑک سے آملا تھا۔

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی اور کچے راستے کے قریب والی جھاڑیوں میں گھس گیا۔

شاید دس ہی منٹ بعد بائیں جانب والا جنگل موٹر سائیکل کی کرخت آواز سے گونجنے لگا۔ موٹر سائیکل اسی کچے راستے پر آرہی تھی۔ جھاڑیوں کے قریب آکر اس کی رفتار برائے نام رہ گئی کیونکہ کچے راستے کا سرا جو سڑک کی طرف تھا کافی اونچائی پر تھا۔

"رک جاؤ دوست....!" دفعتاً فریدی نے جھاڑیوں سے نکل کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پھر بائیں ہاتھ سے اس نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

موٹر سائیکل والا بوکھلا گیا کیونکہ یہ حادثہ اس کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔

موٹر سائیکل رک گئی۔ فریدی نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا۔ موٹر سائیکل دوسری طرف لڑھک گئی کیونکہ سوار تو اس جھٹکے کے ساتھ ہی اس پر سے اکھڑ گیا تھا۔

"ڈاکٹر گوہن ختم ہو گیا ہوگا.... ناگر....!" فریدی نے ریوالور کی نال سے اُسے زمین سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ناگر اٹھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"میں اس کے علاوہ اور کیا چاہتا کرنل۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو تم اقبال جرم کرتے ہو۔"

"ہاں.... میں پھانسی کے تختے پر بھی اقبال جرم کروں گا۔ بشرطیکہ اس کے بعد مجھے ایک محب وطن کہا جائے۔"

"خوب.... تو تم وطن کی خدمت انجام دے کر آرہے ہو۔"

"یقیناً.... کرنل.... وہ پورے ملک کو تباہ کر کے رکھ دیتا۔"

"وہ کیسے....!"

"اس طرح.....!" یک بیک ناگر نے فریدی پر چھلانگ لگائی لیکن فریدی جو خود کو غافل ظاہر کر رہا تھا حقیقتاً غافل نہیں تھا۔ ایک طرف ہٹ کر اس نے جو ناگر کی پسلی پر ٹھوکر رسید کی ہے تو ناگر کی متواتر کئی چیخیں نکل گئیں۔

"اس طرح بھی ہو سکتا ہے مسٹر ناگر۔" فریدی طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ اس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شطرنج کی بساط پر کوئی اچھی سی چال چل کر مطمئن ہو گیا ہو۔ اب اس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور ناگر کو گریبان سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ "اگر تمہاری وطن پرستی کی مناسب داد نہ دوں تو یہ بڑی بُری بات ہو گی۔ کیونکہ تمہارے جوئے خانے بھی بند ہو چکے ہیں۔"

ناگر نے فریدی کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن اس سے قبل ہی اُس کی ٹھوڑی پر گھونسہ پڑا اور وہ ایک بار پھر زمین پر نظر آیا۔

"اب یہ بتاؤ کہ ہلدا کہاں ہے۔ تمہارے علاوہ اور کون اُسے غائب کر سکے گا۔" فریدی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

اس بار ناگر زمین ہی پر پڑا رہا لیکن وہ ہوش میں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح مزید مرمت سے بچنا چاہتا رہا ہو۔

"میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا..... قطعی نہیں جانتا۔ میں اس وقت تم پر حملہ نہ کرتا مگر تمہاری طرف سے میرے دل میں بہت غبار ہے۔"

"نکال بھی ڈالو۔" فریدی مسکرایا۔

"ابھی نہیں..... آج کل میرے ستارے گردش میں ہیں۔" ناگر نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مگر تم اس وقت یہاں کیسے!"

"یہ کیسے ممکن تھا کہ تم میری آنکھوں کے سامنے اُسے قتل کر کے نکل آتے۔"

"ہاہا.....!" ناگر نے قہقہہ لگایا۔ "میں تو اُسے قتل کر بھی چکا۔ میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔"

"تم جھک مارتے ہو..... وہ زندہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تمہارے بھاگنے کے بعد میں نے سے کھڑکی میں دیکھا تھا اور پھر مجھے یہ تو معلوم ہی تھا کہ تم اس کے بعد کہاں جاؤ گے، لہٰذا میں

اطمینان سے روانہ ہوا تھا اور تم سے دس منٹ پہلے یہاں پہنچ گیا۔"

"ہوں تو تم نے پوری طرح مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر نظر رکھی ہے۔" ناگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، پھر سنبھل کر بولا۔ "لہٰذا تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں کس کے لئے کس طرح کام کر تا رہا ہوں۔"

"ہاں.... میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"کس کے لئے۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"ہاہا.... اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو میں نے اُسے مار ڈالا۔"

"ڈاکٹر گوہن....!"

"ہاں ڈاکٹر گوہن۔"

"یقین نہیں آتا۔"

"کیوں کیا تم اُس لڑکی سے واقف نہیں، جو مجھ سے اس کے لئے کام لیتی تھی۔"

"شاید میں اُسے نہیں جانتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مونا کرسٹی.... جو آج کل اس کی نرس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔"

"اوہ....!"

"ہاں کرنل.... اس لڑکی نے مجھے اپنی درد بھری کہانی بھی سنائی تھی۔ اب سوچتا ہوں کہ وہ سب کچھ فراڈ تھا۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ اس وبا کا ذمہ دار وہی ہے۔"

"ہاں کرنل.... اُس نے مجھ سے درجنوں مردہ کتے شہر کے کنوؤں اور واٹر سپلائی کے تالابوں میں پھینکوائے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ انہیں کتوں سے پیدا ہونے والے جراثیم نے یہ وبا پھیلائی ہے۔"

"اور اب اُس نے ایک سہل سا نسخہ بھی دریافت کر لیا ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"کوئی چال ہے۔" ناگر بولا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ ملک گیر شہرت کے حصول کے لئے اس

نے ایسا کیا ہو۔ ظاہر ہے کسی ڈاکٹر کی شہرت اس کے لئے دولت ہی لاتی ہے۔ میرے جوئے خانے دولت ہی کے لئے چلتے تھے۔ دولت ہی کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا جرم کیا جاتا ہے اور محکمہ سراغ رسانی کے قیام کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ڈاکٹر گوہن اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو میری طرح ایسا آدمی ہوتا جسے سب لٹیرا اور بدمعاش کہتے۔"

"لڑکی کی کہانی کیا تھی۔"

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے کہا۔ ناگر اٹھ کر بیٹھ گیا اور مونا کرسٹی کی داستان دہرانے لگا۔

جب یہ کہانی ختم ہوگئی تو فریدی نے پوچھا۔ "آخر تم نے اس پر حملہ کیوں کیا جبکہ اس سے خاصی اچھی رقم مل جاتی تھی۔"

"وہ خود ہی مجھے ختم کرادینے کے چکر میں تھا۔ اس دوران میں مجھ پر تین بار حملہ کراچکا ہے، جب سے اسے علم ہوا ہے کہ سرکاری سراغ رساں میرے پیچھے ہیں وہ مجھے زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔"

"خیر....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "فی الحال تمہیں میرے ساتھ کوتوالی چلنا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔"

❀

حمید کے پیچھے دونوں لڑکیاں بھی دوڑ رہی تھیں اور ان میں سے ایک اُسے بتاتی جارہی تھی کہ اسے کدھر چلنا ہے۔ وہ ایک ایسے کمرے میں آئے جس کی ایک جانب کی کھڑکیاں کمپاؤنڈ کے بائیں بازو میں کھلتی تھیں۔

یہاں حمید کو ڈاکٹر گوہن نظر آیا، جو ایک میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے ویران ویران آنکھوں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔

اُن کی آہٹ پر وہ چونک کر ان کی طرف مڑا اور حمید پر نظر پڑتے ہی بُری طرح جھلا گیا۔

"تم کون ہو.... میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں گھس آئے۔ جاؤ.... دفع ہو جاؤ۔"

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم زندہ تو نہیں ہو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن قبل اس کے ڈاکٹر کا ہاتھ اس کی جیب تک پہنچتا حمید نے اپنا ریوالور نکال لیا۔

لیکن پھر یک بیک اس کو عقل آ گئی اور اس نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو صرف اس لئے ہے ڈاکٹر کہ کہیں تم اپنا ریوالور نہ نکال لو۔ تمہاری اس حرکت سے مجھے گہرا صدمہ پہنچتا لہٰذا میں نے سوچا کہ میں ہی پہل کیوں نہ کروں۔"

"تم کون ہو۔"

"کیپٹن حمید.... فرام سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔"

"اوہ....!" ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا اور حمید ریوالور جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "میونسپل حدود میں جہاں بھی مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دے۔ میں صاحب خانہ کی اجازت حاصل کئے بغیر بھی مکان میں داخل ہو سکتا ہوں۔"

"بالکل بالکل....!" ڈاکٹر سر ہلا کر بولا۔ "اوہ.... کیپٹن میں اس وقت ختم ہی ہو گیا ہوتا.... یہ دیکھئے۔"

اُس نے سامنے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا جہاں گولیوں سے کئی جگہ کا پلاسٹر اُدھڑ گیا تھا۔

حمید نے ریوالور کے سامنے والی کھڑکی کی طرف دیکھا۔

باہر شور ہو رہا تھا۔ دوسروں نے بھی فائروں کی آوازیں سنی تھیں اور شاید وہ بھی عمارت کے اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔

"انہیں روکو....!" ڈاکٹر نے ایک لڑکی سے کہا۔ "یہاں سب ٹھیک ہے۔"

طویل قامت لڑکی چلی گئی۔ حمید کنکھیوں سے دوسری لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"فائر کس نے کئے تھے۔" حمید نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"کاش میں اس کی شکل دیکھ سکا ہوتا۔"

"اس سے پہلے بھی کبھی آپ پر حملہ ہوا تھا۔"

"نہیں کبھی نہیں۔"

"شامیانے کے نیچے کن لوگوں سے آپ کا جھگڑا ہو رہا تھا۔"

"اوہ.... وہ کینہ توز ڈاکٹر سانگلو انہیں مجھ پر چڑھا لایا تھا۔ خود قریب نہیں آیا مگر میں جانتا ہوں۔ وہ میرا حریف ہے۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں اس کا طوطی بولتا تھا مگر اب اُلو بھی نہیں بولتا۔"

"مگر وہ لوگ تھے کون۔"

"ڈاکٹر برونو..... ایک بیرونی طبی مشن کا قائد.... اس کا دعویٰ ہے کہ وبا کا زور اس کی ادویات سے کم ہوا ہے۔"

"مگر اس اتنی سی بات کے لئے وہ لوگ آپ پر فائر تو نہیں کر سکتے۔" حمید بولا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ فائروں کا تعلق اُن سے ہے۔" ڈاکٹر گوہن جھلا گیا۔

حمید نے کھڑکی کے قریب جا کر باہر دیکھا۔ یہاں سے چہار دیواری کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ بیس فٹ رہا ہوگا اور چہار دیواری چار فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ اس کے نیچے سلاد کی کیاریاں تھیں۔ حمید کھڑکی سے نیچے کود گیا۔

چہار دیواری پھلانگ کر کمپاؤنڈ میں آنا اور دوبارہ پھلانگ کر واپس جانا مشکل نہیں تھا۔ حمید نے ایک کیاری میں سلاد کے کچلے ہوئے پودے بھی دیکھے۔ اس کے سامنے ہی دیوار پر گیلی مٹی کے نشانات ملے، جو غالباً حملہ آور کے جوتوں کے نشانات تھے۔

ڈاکٹر کھڑکی ہی میں کھڑا تھا۔ حمید نے ایک بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور پھر سلاد کی کیاری پر نظریں جما دیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کم از کم اس وقت اس پر فائر کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ یہ اس کے لئے کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی ایسے مجرم اس کی نظروں سے گزرے تھے جنہوں نے پولیس کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کی تھیں۔ خود ہی اپنے اوپر حملے کرائے تھے اور پھر اس کام کے لئے یہ موقع تو بے حد مناسب تھا کیونکہ محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر یہاں موجود تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ لوگ یقینی طور پر اُس سے واقف تھے، ورنہ وہ لڑکی اُسے دیکھ کر چونکی کیوں تھی۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔" حمید نے ڈاکٹر گوہن کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔

حمید اس طرح چونک کر اُس کی طرف مڑا جیسے حقیقتاً اس سے بے خبر رہا ہو۔

"با قاعدہ رپورٹ درج کرائیے۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"یقیناً کسی نے آپ پر گولی چلائی تھی۔" حمید مسکرایا۔ "لیکن آپ بھی کافی مشاق معلوم ہوتے ہیں۔ شاید اندر دیوار پر چار نشانات ہیں لیکن ایک بھی گولی آپ کے نہیں لگی مجھے حیرت ہے۔"

"تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاتا۔" ڈاکٹر گوہن جھلا کر بولا۔

"میں تو یقیناً مر جاتا اگر مجھ پر چار فائر ہوتے۔"

"آپ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر ہیں یا کسی کالج کے پروفیسر۔" گوہن کے لہجے میں طنز تھا۔

حمید آگے بڑھا اور کھڑکی پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اوپر اٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے اندر تھا۔ ڈاکٹر گوہن پیچھے ہٹ کر اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ ہر وقت جیب میں ریوالور کیوں لئے پھرتے ہیں۔" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرے پاس لائسنس ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی لوگ ہر وقت جیب میں نہیں ڈالے رہتے۔"

"میری عادت ہے۔"

"ڈاکٹروں میں اگر ایسی عادتیں پائی جائیں تو ہم انہیں حیرت انگیز کہیں گے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"تم اس طرح مسکراتے کیوں ہو۔ کیا میں گدھا ہوں۔" ڈاکٹر دہاڑا۔

"گدھوں کو دیکھ کر میں ہمیشہ سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ آپ غلط سمجھے۔"

دونوں لڑکیاں منہ پھیر کر مسکرائیں لیکن ڈاکٹر نے دیکھ لیا۔ اس کے بعد وہ اور زیادہ جھلایا ہوا نظر آنے لگا۔

"آپ تشریف لے جایئے۔ میں رپورٹ نہیں درج کراؤں گا۔" اس نے کہا۔

"وہ تو درج بھی ہو چکی۔ میری موجودگی کا یہی مطلب ہے۔ اب آپ کو مجھے مطمئن کرنا پڑے گا کہ آپ رپورٹ کیوں نہیں درج کرانا چاہتے۔"

دفعتاً ڈاکٹر کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"روزا انہیں مطمئن کر دو۔"

"چلئے۔" روزا نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھی اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چلنے لگی۔

حمید بوکھلا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دروازے کے باہر قدم رکھتے

وقت وہ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی کس مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔

لڑکی اُسے کھینچتی ہوئی ایک کمرے میں لائی اور مسکرا کر بولی۔ "ناچو گے....؟"

حمید خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ لڑکی نے گراموفون پر رقص کی موسیقی کا ریکارڈ چڑھا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے لگی۔

"ارے.... ارے....؟" حمید کو بھی بالآخر شرارت سوجھی۔

"کیوں.... ناچو نا....!"

"ارے بچاؤ...." دفعتاً حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر یک بیک سنبھل کر بولی۔

"بڑے ڈرپوک ہو۔ حالانکہ تمہاری جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا چکر ہے۔ کچھ دیر پہلے جس عمارت میں فائروں کی آوازیں گونجی تھیں، وہاں اب رمبا بج رہا ہے اور جس پر فائر ہوئے تھے خود اسی نے لڑکی کو اس حرکت کے لئے اس کے ساتھ بھیجا تھا۔

وہ دوبارہ بڑھتی ہوئی لڑکی کو دھکیل کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

"بُری بات ہے۔" اس نے ڈاکٹر گوہن کی آواز سنی اور پلٹ پڑا۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ "لڑکیوں سے اس طرح نہیں پیش آیا کرتے۔"

"میں تو لڑکیوں کو تل کر کھاتا ہوں۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اسی لئے صورت پر اتنی نحوست برس رہی ہے۔" گوہن بولا۔ "ہضم نہیں ہوئیں شائد۔"

"میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" حمید اُسے مکا دکھا کر بولا اور اسی میں عافیت سمجھی کہ جلد از جلد عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ گوہن کا رویہ ناقابل فہم تھا۔

اس نے اپنی پشت پر اُن دونوں کے قہقہے سنے۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے۔

رنگین جراثیم

اسی رات کو حمید نے فون پر فریدی کی کال ریسیو کی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"حمید! بے تکی حماقتوں سے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی تفریحات میں مصروف رہو۔ مجھے کوئی

اعتراض نہ ہوگا۔ تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن تک جا پہنچو۔"

"ارے جناب! یہ رمیش بڑا واہیات آدمی ہے؟" حمید چہک کر بولا۔

"کیوں؟"

"آخر مجھ سے ان دونوں لڑکیوں کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت تھی جو ڈاکٹر گوہن کے یہاں پائی جاتی ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یقین کیجئے اُس نے نہ صرف تذکرہ کیا تھا بلکہ اُن کے حسن کی اتنی شدت سے تعریف کی تھی کہ بس شاید آپ بھی بے قابو ہو جاتے اگر سن لیتے.... کہئے تو بیان کروں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... اور اب سنو! تم اس وقت تک گھر سے باہر قدم نہ نکالو گے، جب تک کہ میں نہ کہوں۔"

"میں ہلدا کی تلاش میں ہوں۔"

"حمید میں تمہارے ہاتھ پیر توڑ کر بٹھا دوں گا.... ہلدا کا کیس دوسروں کے پاس ہے تم جھک نہ مارو۔"

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے اس پر غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ بور ہو گیا تھا۔

بہت عرصہ سے فریدی نے شہر میں سادہ لباس والوں کا جال سا بچھا رکھا تھا۔ کوئی ایسا ہوٹل کوئی ایسی تفریح گاہ نہیں تھی کہ جہاں دو چار ہر وقت نہ موجود رہتے ہوں۔ اس رات جب حمید نے عورت کے میک اپ میں ہنگامہ برپا کیا تھا۔ فریدی کی معلومات کا باعث یہی سادہ لباس والے بنے تھے۔ پھر حمید کی دانست میں ڈاکٹر گوہن پر تو خصوصیت سے اس کی نظر رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے اس کی تاک میں رہا ہو۔ بہر حال حمید جو گوہن اور اس کی لڑکیوں کو ایک اچھا سبق دینا چاہتا تھا فریدی کی اس سرزنش پر ٹھنڈا پڑ گیا اور پھر ہلدا کو بھی جہنم میں جھونک کر اُس نے سوچا کہ اب کچھ دن سچ مچ آرام کرے گا یعنی گھر سے باہر ہی نہ نکلے گا۔

کھانا ہضم کرنے کے لئے اچھی صورتیں بھی ضروری تھیں اس لئے اس نے سوچا کہ باتصویر رسائل ہی سے کام چلائے گا۔

لیکن دوسرے ہی دن اس کا دم گھٹنے لگا مگر فریدی کی کوئی کال نہ آئی۔ یہ مسئلہ بڑا تکلیف دہ

تھا۔ ایسی بھی کیا پابندی.... اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ مگر غنیمت یہی تھا کہ اس غصے کے ساتھ ہی ساتھ سر پر وہ پرانی چھپکلی نہیں سوار ہوئی جس نے اکثر اسے ان دیکھے جہانوں تک کی سیر کرا ڈالی تھی۔

تیسرے دن اچانک فریدی کی کال آئی۔

"ہیلو....!" وہ ریسیور اٹھا کر ایسی کمزور آواز میں بولا جیسے دم نکل رہا ہو اور پھر یک بیک اسے شرارت سوجھی اور وہ ماؤتھ پیس میں گھوڑے کی طرح ہنہنایا۔

"او حمید کے بچے.... تم....!"

"ذرا ایک منٹ...." حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "گھوڑوں اور آدمیوں میں تمیز مشکل ہو گئی ہے اس لئے مجھے کم از کم ایک ہفتے کی قید اور برداشت کرنی پڑے گی۔"

"اوہ.... تو کیا سچ مچ تم گھر ہی تک محدود رہے ہو۔"

"نہیں.... اڑن کھٹولے اترتے تھے آسمان سے میرے لئے۔" حمید جھلا کر بولا۔ "اور کل کا گھوڑا روئے زمین کی سیر کراتا تھا اور قاف کی پریاں.... ہاہا....!"

"بات سنو....!" فریدی جھلا گیا۔ "تمہیں ڈاکٹر سانگلو سے مل کر ڈاکٹر گوہن کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"ڈاکٹر جانگلو نہیں ہوتے۔"

"سانگلو.... گدھے.... سانگلو....!"

"سانگلو گدھے۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ "ارے بابا میں نے گدھوں کی اقسام کے متعلق آج تک چھان بین نہیں کی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ سانگلو گدھے کس قسم کے ہوتے ہیں۔"

فریدی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا اور حمید نے بھی ریسیور کریڈل میں ڈال کر ایک طویل انگڑائی لی۔ ان دنوں وہ ڈاکٹر گوہن اور اس کی دونوں لڑکیوں ہی کے متعلق سوچتا رہا تھا لہٰذا ڈاکٹر سانگلو سے اس کے متعلق گفتگو کرنے میں ذرا بھی بوریت محسوس نہ کرتا۔ ویسے یہی کیا کم تھا کہ گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت مل چکی تھی۔

وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر ڈاکٹر سانگلو کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ اس کی کمپاؤنڈ میں بھی ویسا ہی ایک بہت بڑا شامیانہ نظر آیا جیسا وہ تین چار دن پہلے ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھ چکا تھا۔ یہ ایک غیر ملکی طبی مشن کی ادویات کی تقسیم کا مرکز تھا۔

حمید نے کمپاؤنڈ میں اُن غیر ملکیوں کو بھی دیکھا جن سے ڈاکٹر گوہن کو جھگڑتے دیکھا تھا۔
وہ سیدھا ڈاکٹر سانگلو کی طرف بڑھ گیا جو اس وقت ایک مریض کے بازو میں انجکشن دے رہا تھا۔
سانگلو نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر مریض کے بازو سے سوئی نکال کر اُسے روئی کے ٹکڑے سے صاف کرتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں جناب۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔" حمید مسکرایا۔ "ویسے کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دینا پسند کریں گے۔"

"ضرور.... ضرور.... لیکن دس منٹ کے لئے مجھے معاف کیجئے۔ مجھے تین انجکشن اور دینے ہیں۔"

حمید سر ہلا کر رہ گیا۔

سانگلو کا شمار شہر کے اچھے ڈاکٹروں میں تھا۔ لوگ اس کی خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کے بھی مداح تھے۔ اکثر کو کہتے سنا گیا تھا کہ آدھا مرض تو اس کی دلچسپ گفتگو ہی ختم کر دیتی ہے۔

اُس نے دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیا۔

"فرمایئے.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"چند بہت ضروری باتیں کرنی ہیں آپ سے۔" حمید نے کہا۔

"یہیں.... یا کہیں الگ چلیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔

"کہیں اطمینان سے۔" حمید نے کہا۔ "یہاں اس بھیڑ بھاڑ میں تو....!"

"اوہ.... تو آیئے میرے ساتھ۔"

وہ دونوں عمارت کے بیرونی برآمدے میں آئے اور پھر ڈاکٹر سانگلو نے ایک الگ تھلگ کمرے تک حمید کی رہنمائی کی۔

"تشریف رکھئے جناب۔" اس نے جھک کر کہا۔

حمید ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اس دن....!" حمید کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے آپ کو ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا۔"

"کس دن....!"

"جب وہ آپ کے غیر ملکی دوستوں سے جھگڑا کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ڈاکٹر برونوہی کے وفد کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں....!"

"میں دراصل اس آدمی ڈاکٹر گوہن کے متعلق الجھن میں ہوں۔"

"کیوں؟ کیسی الجھن جناب۔"

"وہ پھر بتاؤں گا.... پہلے آپ یہ بتائیے کہ اس حیرت انگیز وبا کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔"

"اوہ.... میرے خدا.... تو کیا.... محکمہ سراغ رسانی بھی اسی راہ پر دوڑ رہا ہے جس پر ہم چل نکلے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا....!"

"کچھ نہیں کیپٹن....!" ڈاکٹر سانگلو مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "کچھ نہیں! ہم جب تک اپنے تجربات مکمل نہ کرلیں اس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں۔"

"آخر محکمہ سراغ رسانی کس راہ پر دوڑ رہا ہے۔" حمید نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں کیپٹن میں اپنی اس بے تکی بکواس پر شرمندہ ہوں۔ بعض اوقات خیالات زبان کا ساتھ نہیں دیتے۔ آدمی کہنا کچھ چاہتا ہے زبان سے، نکلتا کچھ ہے۔"

"ہاں ہوسکتا ہے.... خیر.... ہاں.... تو میں آپ سے ڈاکٹر گوہن کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بھلا اس کے بارے میں کیا بتاسکوں گا۔ مگر نہیں.... جو آپ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں ممکن ہے میرے علم میں ہو۔"

"یہ اس شہر میں کب سے مقیم ہے۔"

"اندازاً چار سال سے۔"

"کیا وہ بکٹیریالوجسٹ بھی ہے۔"

"اوہ.... یقیناً.... میرا اندازہ یہی ہے۔ وہ ایک خاصی بڑی تجربہ گاہ بھی رکھتا ہے۔"

"اس علاج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جو اس نے دریافت کیا ہے۔"

"آہا.... اُس دن وہاں اس کا طریق علاج ہی زیرِ بحث تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے وہاں آپ کو بھی دیکھا تھا۔ میں کیا بتاؤں کیپٹن.... آج تک کی رپورٹ یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ ابھی تک دریافت نہیں ہوسکی۔ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے عموماً مرض کا سبب دریافت کیا جاتا ہے اس

کے بعد ہی طریق علاج کا تعین ہو سکتا ہے۔"

"سامنے کی بات ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"پھر! آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مرض کے اسباب سے واقف ہو چکا ہے یا پھر اسے تسلیم کیجئے کہ وہ جھوٹا ہے اور اس میں سچائی نہیں ہے کہ وہ علاج اتفاقاً دریافت ہوا تھا۔"

"ٹھیک ہے.... میں آپ سے متفق ہوں۔"

"اچھا! اب اگر اس نے مرض کا سبب دریافت کر لیا ہے تو اسے تسلیم کیوں نہیں کرتا طریق علاج کی دریافت کو اتفاقات پر کیوں ٹال رہا ہے۔"

"بہت عمدہ نکتہ ہے۔ یقیناً اس پر غور کرنا پڑے گا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس دن آپ کے غیر ملکی ساتھی اس طریق علاج کو ڈھونگ قرار دینے کی کوشش کر رہے تھے، جس پر وہ آپے سے باہر ہو گیا تھا۔"

"جی ہاں.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کا دریافت کردہ علاج سو فیصدی کامیاب رہا ہے۔"

"مگر آپ کے ساتھی تو اپنی دواؤں کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"کیپٹن! وہ بکواس کر رہے تھے مگر ضرورتاً ہم ڈاکٹر گوہن سے حقیقت اگلوانا چاہتے ہیں۔ اُسے مرض کے اسباب معلوم ہیں۔ اُسے تسلیم کرنا پڑے گا۔"

"وہ تو شاید آپ لوگ اُسے خواہ مخواہ غصہ دلا رہے تھے تاکہ سچی بات اس کی زبان سے نکل جائے۔"

"جی ہاں.... ہماری یہی خواہش تھی۔"

"مگر آپ آج تک کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ڈاکٹر صاحب۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "آخر وہ اسے کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ اس نے مرض کے اسباب معلوم کر لئے ہیں اور آپ لوگ اس پر کیوں مصر ہیں کہ وہ اس کا اعتراف کر لے؟"

"خدا کی پناہ۔" ڈاکٹر سانگلو مسکرایا۔ "کیا آپ تہیہ کر کے آئے ہیں....!"

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا اور حمید کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے ڈاکٹر۔" حمید نے پائپ سلگا کر کہا۔

"آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

"آخر بات کیا ہے۔"

"دیکھئے ہم کوئی ایسی بات قبل از وقت نہیں کہنا چاہتے جس پر بعد میں ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔ بعض اوقات آدمی دھوکا بھی کھا جاتا ہے۔ مثلاً میں نے آپ کے متعلق ایک نظریہ قائم کرلیا ہے کہ آپ فلاں شخص کے قاتل ہیں۔ چونکہ یہ خیال اچھی طرح ذہن میں جم گیا ہے اس لئے آپ کا ہر فعل ہمارے لئے اشتباہ انگیز ہوگا اور ہمارا یہ نظریہ پختہ ہوتا جائے گا کہ آپ قاتل ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ حقیقت بھی یہی ہو۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر گوہن ہی اس وباء کا ذمہ دار ہے۔" حمید نے ضرورت سے زیادہ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ لہجہ بھی بیحد خشک تھا۔

"جی ہاں.... میرا یہی خیال ہے لیکن خدارا باور کیجئے کہ یہ ابھی شبہے کی حدود سے باہر نہیں ہوا۔ آپ نے چونکہ رگ پکڑلی ہے اس لئے آپ کے سامنے یہ خیال الفاظ کا جامہ پہن سکا ہے ورنہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ثبوت مہیا کئے بغیر کہی جائے۔"

حمید اس وقت اپنے خالص پیشہ ورانہ انداز پر اتر آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سانگلو پر کچھ اس طرح نظر ڈالی جیسے وہ اپنا جرم ڈاکٹر گوہن کے سر تھوپنے کی کوشش کررہا ہو۔

"کیوں....؟" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ڈاکٹر گوہن کو اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کرنیکی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر اب وہ اس کا ایک سہل سا نسخہ کیوں بتاتا پھر رہا ہے۔"

"سہل کہاں کیپٹن....!" ڈاکٹر کے لہجے میں طنز تھا۔ "وہ سادہ پانی میں بھی نمک کا محلول بتا سکتا تھا۔ آخر چائے ہی کیوں۔"

"چائے نسخے کا ایک جزو ہے۔"

"قطعی نہیں کیپٹن! میں صرف سادہ پانی میں بہتیرے مریضوں کو نمک استعمال کراچکا ہوں مگر نتیجہ وہی نکلا ہے جو چائے کے محلول سے نکلتا رہا ہے۔"

"تب تو آپ کی معلومات اس سے بہرحال زیادہ ہوئیں۔"

"یقیناً.... لیکن یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اُسے صرف پانی کے محلول کا علم نہ ہوگا۔"

"اگر ہوتا تو وہ چائے کا کھڑاگ کیوں کرتا۔"

اس پر ڈاکٹر سانگلو نے قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر ہنستا رہا پھر بولا۔ "اگر وہ سادہ پانی ہی کے محلول کا اعلان کرتا تو پھر یہ بات کیسے بنتی کہ علاج اتفاقیہ طور پر دریافت ہوا تھا۔ کوئی دھوکے سے بھی سادہ پانی میں نمک ملا کر نہیں پیتا۔ چائے کے ساتھ یہ فقرہ چل گیا تھا کہ شکر کے بجائے غلطی سے نمک کے چمچے چل گئے تھے۔"

"یہ بات بھی پکی ہے ڈاکٹر۔" حمید اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"لیکن یہ مسلمہ ہے کہ اگر ہم طبیبوں کو کوئی خاص بات اتفاقاً معلوم ہو جائے تو ہم ہر زاویئے سے اس کا تجربہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چائے اور نمک ہی کو لے لیجئے۔ اگر یہ واقعہ مجھے پیش آیا ہوتا تو میں یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ چائے اور نمک دونوں میں سے کون زیادہ اہم ہے۔ چائے کی اہمیت یوں ختم ہو جاتی کہ مریض دن بھر میں سیروں چائے پی جاتے ہیں لیکن اس سے ان کے مرض میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی۔ لامحالہ نمک ہی اہم جزو قرار پایا.... یہ تو ہوئی ذہنی دلیل.... اور عملی دلیل یہ ہوتی کہ نمک صرف سادہ پانی میں حل کر کے مریضوں کو پلایا جاتا۔ میں نے یہی کیا تھا۔ نتیجہ وہی نکلا یعنی چائے قطعی غیر ضروری ثابت ہوئی۔"

حمید نے تعریف کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

ڈاکٹر سانگلو پھر بولا۔ "کیپٹن! ہم مسئلے پر بہت محنت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن کے اس نسخے ہی کی بدولت ہم مرض کے اسباب تک پہنچ گئے ہیں۔"

"وہ کس طرح....!" حمید نے اشتیاق ظاہر کیا۔

"دیکھئے! وبائی امراض کے جراثیم مختلف ذرائع سے ہمارے سسٹم پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ یا تو وہ فضا میں موجود ہوتے ہیں اور ہوا کے ساتھ ہمارے جسم میں پہنچتے ہیں یا اس پانی میں ان کا وجود ہوتا ہے جسے ہم پیتے ہیں یا پھر کیڑوں مکوڑوں کے ذریعے وہ ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ ہم نے سارے ذرائع چھان مارے لیکن ہمیں نئے قسم کے جراثیم کہیں بھی نہ ملے۔ ایک دن میں تجربہ گاہ میں سلائیڈ پر مشتبہ پانی کی چند بوندیں ڈال کر خوردبین سے ان کا جائزہ لے رہا تھا کہ کسی نے مذاقاً اس پر ایک چٹکی نمک ڈال دیا۔ شاید اُس نے ایسا کرتے وقت ڈاکٹر گوہن پر پھبتی بھی کہی تھی لیکن کیپٹن مجھے تو خدا کی قدرت کا تماشہ نظر آ گیا۔ نمک کی چٹکی پڑتے ہی پانی میں لاتعداد

نارنجی رنگ کے ذرات سے نظر آنے لگے لیکن یہ غیر متحرک تھے۔ بس پھر یہیں سے ہمارے کام کا آغاز ہوا۔ نمک نہ صرف ان کے لئے سَم قاتل ہے بلکہ ان کی رنگت بھی تبدیل کر دیتا ہے۔ رنگت تبدیل ہونے سے قبل انہیں خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ یعنی آپ انہیں صرف مردہ حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔ اگر یہ زندہ ہوں تو دنیا کی طاقتور ترین خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جاسکتے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو میرے ساتھ میری تجربہ گاہ تک چلیئے، حالانکہ یہ تجربہ گاہ بڑی حقیر سی ہے اتنی بڑی نہیں ہے، جتنی بڑی ڈاکٹر گوہن رکھتا ہے میرا خیال ہے شہر میں شاید ہی کوئی بیکٹیریالوجسٹ اتنی بڑی تجربہ گاہ رکھتا ہو۔"

حمید اس کے ساتھ اس کی تجربہ گاہ میں آیا اور ڈاکٹر سانگلو نے اُسے وہ سب کچھ دکھادیا جس کے متعلق دعوے کرتا رہا تھا۔

"واقعی ڈاکٹر....!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہ سارے معاملات چکرا دینے والے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن اتنا بدھو نہیں معلوم ہوتا کہ چائے ہی پر اڑا رہتا۔ آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے جس نے اسے ایک جھوٹا افسانہ تراشنے پر مجبور کیا۔"

ڈاکٹر سانگلو کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا۔ "کاش میں صرف ایک ہی بار اس کی تجربہ گاہ میں پہنچ سکتا۔"

"اس سے کیا ہوتا....ڈاکٹر....!" حمید نے پوچھا۔

"اوہ....کیپٹن ابھی کچھ نہ پوچھئے....یہ غدار....کمینہ جو وطن پرستی کا دعویٰ کرتا رہتا ہے کتنا نیچ ہے۔ یہ میں دنیا کو دکھادوں گا۔"

"بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ میں اس لیبارٹری کی تلاشی کا وارنٹ بھی نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ آج کل وہ شہر بھر کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے، حکام اس کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ وزیراعظم اور صدر مملکت نے اُسے بڑے شاندار پیغامات بھیجے ہیں۔ لیکن مجھے اس پر شبہ ہے۔ کرنل بھی اس کی تاک میں ہیں۔ کاش اس کے خلاف کچھ ثابت ہو سکے کوئی واضح ثبوت مل سکے۔ اچھا ڈاکٹر! میں کوشش کروں گا کہ آپ اس کی لیبارٹری تک پہنچ سکیں، حالانکہ وہ اُس دن کے جھگڑے کا قصہ شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک پہنچا چکا ہوگا۔ دیکھئے اگر کوئی قانونی صورت نہ نکلی تو غیر قانونی ہی سہی....مگر ہاں وہ ڈاکٹر کون تھا جس نے سلائیڈ پر نمک ڈالا تھا۔"

"یہی تو یاد نہیں پڑتا۔ مگر وہ کسی غیر ملکی طبی وفد ہی کا کوئی آدمی تھا۔ اُس دن میری لیبارٹری میں کئی ممالک کے لوگ تھے۔"

حمید تھوڑی دیر بعد وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اُس کے بعد کہاں جاتا۔ وہ ڈاکٹر گوہن کے خلاف دل ہی دل میں کھولتا ہوا واپس آگیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پھر فریدی کی کال آئی اس نے یہی معلوم کرنے کے لئے اُسے رنگ کیا تھا کہ اس نے گوہن کے متعلق معلومات فراہم کیں یا نہیں۔

حمید کو اپنی اور ڈاکٹر سانگلو کی گفتگو کا ایک ایک لفظ دہرانا پڑا۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" فریدی نے پوری روداد سن کر کہا۔ "مگر ڈاکٹر سانگلو اپنے نام سے کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ڈاکٹر گوہن اُن سے بُری طرح خار کھاتا ہے اس کے لئے اسے کسی غیر ملکی وفد کے آدمی سے کام لینا پڑے گا۔ غیر ملکی.... ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے استدعا کرے کہ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ میں کچھ تجربات کرنا چاہتا ہے کیونکہ شہر میں صرف وہی ایک ڈھنگ کی تجربہ گاہ ہے۔"

انسانیت کے محسن

ایک غیر ملکی وفد کے قائد ڈاکٹر برونو نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا اجازت نامہ حاصل کر ہی لیا۔ اور ڈاکٹر سانگلو نے اسکی اطلاع حمید کو دیتے ہوئے استدعا کی تھی کہ ان کیساتھ وہ چلے تو بہتر ہے۔

آج بھی حمید کو ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ سے اتنی دلچسپی نہیں تھی جتنی اس کی دونوں لڑکیوں سے تھی۔ اُس نے سوچا اسی بہانے سہی ایک بار اور ان سے قریب ہونے کا موقع مل جائے گا اور اگر بن پڑا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس لڑکی روزا سے اس دن کی حرکتوں کا بدلہ بھی لے ڈالے، جب ڈاکٹر گوہن نے خود پر کسی کے حملے کا ڈھونگ رچایا تھا۔

شاید ڈاکٹر گوہن کو براہِ راست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اس کی اطلاع ملی تھی کہ کچھ لوگ اس کی تجربہ گاہ استعمال کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تھے تو ان دونوں لڑکیوں نے کچھ ایسے ہی انداز میں ان کا استقبال کیا تھا جیسے انہیں اُن کی آمد کی اطلاع پہلے ہی سے رہی ہو۔

لیکن ڈاکٹر گوہن موجود نہیں تھا۔ حمید کو اس کے اس بے پروائی کے مظاہرے پر بڑا تاؤ آگیا

مگر وہ اس کو لڑکیوں کے شربت دیدار میں گھوٹ گھاٹ کر پی ہی گیا۔

ڈاکٹر گوہن کے دوسرے ساتھی شامیانے کے نیچے مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔ حمید، ڈاکٹر برونو اور ڈاکٹر سانگلو دونوں لڑکیوں کے ساتھ لیبارٹری میں آئے۔

ڈاکٹر برونو ایک آلے کے قریب بیٹھ گیا اور ڈاکٹر سانگلو بالکل کسی چھوٹے سے بچے کی طرح لیبارٹری کا جائزہ لینے لگا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار کوئی ایسی تجربہ گاہ دیکھی ہو جس میں ان دیکھی چیزیں موجود ہوں۔ حمید لڑکیوں سے غپ لڑانے لگا۔

روزا کہہ رہی تھی۔ "پتہ نہیں کیوں اُس دن آپ بھاگ نکلے تھے۔ میں بڑے اچھے موڈ میں تھی اور میرا ارادہ تھا کہ آپ کو شام تک نچاتی رہوں گی۔ ڈاکٹر بڑا خوش مزاج آدمی ہے۔ نوجوان جوڑوں کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔"

"بس بہت ہو چکا۔" اچانک ڈاکٹر گوہن کی غراہٹ سنائی دی۔

حمید چونک کر مڑا۔ ڈاکٹر گوہن ایک دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ.... ڈاکٹر.... " برونو اٹھتا ہوا بولا۔ "ہم بغیر اجازت آپکی لیبارٹری میں نہیں داخل ہوئے۔"

"لیکن تمہارے ساتھ ایک پولیس آفیسر کیوں آیا ہے۔"

"یہ مجھ سے پوچھو ڈاکٹر....!" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم نوجوان جوڑوں لو ناچتے دیکھ کر بیحد خوش ہوتے ہو۔ اگر اجازت دو تو ہم لوگ یہیں تمہارے خوش ہونے کا انتظام لر دیں۔"

"میں کہتا ہوں تم نے کس کی اجازت سے میری تجربہ گاہ میں قدم رکھا۔ میں نے صرف اکٹروں کے داخلے کی اجازت دی تھی۔"

"میں حسن کا ڈاکٹر ہوں.... ڈیئر.... کیا اس تجربہ گاہ میں حسن بھی موجود نہیں ہے۔ جب سن نزلے زکام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو لوگ عموماً اسی خاکسار کو یاد کرتے ہیں کیونکہ حسن کی چھینکیں اس شہر میں صرف میں ہی برداشت کر سکتا ہوں۔"

"اے ڈاکٹر....!" گوہن نے دفعتاً ڈاکٹر سانگلو کو للکارا۔ "تم میری الماریوں میں کیوں جھانکتے پھر رہے ہو۔"

"مجھے ان جراثیم کی تلاش ہے جو مردہ ہونے پر ہی نظر آ سکتے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے لاپروائی

سے جواب دیا۔

"کیا مطلب....!"

"میرا یہ جملہ بجائے خود مطلب ہے۔" ڈاکٹر سانگلو کا جواب تھا۔

حمید کی نظر ڈاکٹر گوہن کے داہنے ہاتھ پر تھی کہ کب وہ جیب کی طرف جائے اور کب حمید اپنا ریوالور نکال لے لیکن ڈاکٹر گوہن کا ہاتھ جیب کی طرف نہیں گیا۔ البتہ اس کی آنکھیں ضرور چنگاریاں برسانے لگی تھیں۔

"ہاں ڈاکٹر....!" سانگلو پھر بولا۔ "اس جملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم تو ایک بہت سمجھدار آدمی ہو۔ چائے کے ساتھ نمک پلاتے ہو کیونکہ سادہ پانی چائے سے زیادہ مہنگا ملتا ہے....اور....اور کیا کہوں۔ تم تو سمجھتے ہی ہو۔"

"اوہ.... تو یہ کہو۔" ڈاکٹر گوہن حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "مجھے کسی چکر میں پھانسنے کے لئے کوئی پلاٹ مرتب کیا جا رہا ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بے تحاشہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"اس ہنسی کی وجہ....؟" حمید اُسے گھور کر بولا۔

"کیا یہاں.... میری تجربہ گاہ میں کسی قسم کی سازش کامیاب ہو سکتی ہے۔ ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا کہ مجھ سے ٹکرانے والے پاش پاش نہ ہو گئے ہوں۔"

بڑی پھرتی سے حمید کا ہاتھ جیب میں گیا لیکن پھر دفعتاً اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ریوالور جیب میں نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول کر رکھ دیں۔

ڈاکٹر گوہن کا قہقہہ پھر گونجا اور اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ میری تجربہ گاہ ہے۔ یہاں ریوالور کے پر لگ جاتے ہیں۔ یہ دیکھو تمہارا ریوالور میری جیب میں اڑ آیا ہے۔"

ڈاکٹر گوہن نے ہاتھی دانت کے دستے والا ریوالور جیب سے نکال کر حمید کو دکھایا اور بولا "اس کے سارے چیمبر بھرے ہوئے ہیں....اور تم صرف تین ہو۔ کیا سمجھے.... چلو کیپٹن.. تم بھی ان دونوں کے قریب پہنچ جاؤ۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔" ڈاکٹر برونو غرایا۔

"ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں کیونکہ تم لوگ بے حد ذلیل ہوتے جا رہے ہو۔ میں صرف

تمہاری نہیں بلکہ تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں۔"

"اور تم اب اس ملک کے باشندے بن کر اسے تباہ کر رہے ہو۔" ڈاکٹر سانگلو غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں دوغلے دیسی کتوں سے بات نہیں کرنا چاہتا۔" ڈاکٹر گوہن بُرا سامنہ بنا کر بولا۔

"خاموش رہو۔" حمید گرجا۔

"حلق پھاڑتے رہو۔ پاگلوں کی طرح۔" ڈاکٹر گوہن نے لاپروائی سے کہا۔ پھر مونا کرسٹی کی طرف مڑ کر بولا۔ "وہ جو دیسی ڈاکٹر اُدھر کھڑا ہے.... جا کر اس کے گالوں پر طمانچے لگاؤ۔"

"کیا مطلب....!" یک بیک ڈاکٹر سانگلو چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ تم اس لڑکی کو برما سے ورغلا کر انگلینڈ لے گئے تھے اور انگلینڈ سے پھر برما واپس لائے تھے اس کے بعد پھر یہاں لائے.... اور وکیل کے بجائے اس کے باس بن بیٹھے۔"

حمید نے دیکھا کہ مونا کا چہرہ سفید پڑ گیا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈاکٹر گوہن کو گھور رہی تھی۔

"کیپٹن یہ پتہ نہیں کیا بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو نے حمید کو للکارا۔ "آپ کی موجودگی میں یہ ہمیں مار ڈالنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور آپ کھڑے منہ دیکھ رہے ہیں۔"

"ڈاکٹر گوہن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو۔" حمید نے گرج کر کہا۔

"میں تمہارا پابند نہیں ہوں۔" ڈاکٹر گوہن نے لاپروائی سے کہا اور مونا کرسٹی سے بولا۔ "کیا تم نے سنا نہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ڈاکٹر سانگلو کے منہ پر تھپڑ لگاؤ کیونکہ اس نے تمہیں بڑی اذیتیں دی ہیں اور یہ ابھی ابھی اپنے ساتھ دو ایسے خطرناک ٹیوب لایا ہے جو مجھے پھانسی دلوا سکتے ہیں۔"

"کیا بک رہے ہو تم....!" ڈاکٹر برونو دہاڑا۔

"شیشے کے دو ٹیوب جن میں اختلاجی وبا کے جراثیم ہیں اور یہ ابھی میری لیبارٹری کے ایک حصے میں چھپائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سانگلو نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔"

"کیپٹن یہ جھوٹا ہے.... اسے ڈر ہے کہ کہیں تم لیبارٹری کی تلاشی نہ لے بیٹھو۔" ڈاکٹر سانگلو پرسکون لہجے میں بولا۔

"تلاشی....!" ڈاکٹر گوہن نے قہقہہ لگایا۔ "کیا تم میرے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھ رہے ہو۔ ایسے میں تلاشی لینے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔ روزا لیبارٹری کے سارے دروازے مقفل کر دو۔"

روزا آگے بڑھی اور جلدی جلدی دروازے بند کرنے لگی۔ پھر جب ڈاکٹر گوہن کے پاس واپس آگئی تو وہ بولا۔

"ہاں ڈاکٹر برونو.... اور ڈاکٹر سانگلو اب معاملے کی بات کرو۔ کیا میں بھی ایک بڑی رقم کا حقدار نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب....!" دونوں بیک وقت بولے۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے اور تم لوگوں کے خلاف ثبوت بھی رکھتا ہوں۔" ڈاکٹر گوہن نے کہا۔ "مونا کرسٹی کے ٹرانسمیٹر سے سانگلو کی آواز اس وقت ریکارڈ کی گئی تھی جب وہ اُسے ایک پیغام دے رہا تھا.... کیوں مونا اس وقت تمہارے پاس تمہاری دوست پیکسی بھی موجود تھی نا جب تمہارے نامعلوم باس نے تمہیں ہدایت دی تھی کہ اس رات کو بھی تین کتے واٹر سپلائی ٹینک میں پھینکے جائیں گے۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔" مونا اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

"نہیں پاگل ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہاں اس وقت پیکسی موجود تھی اور اس کے پاس ایک ٹیپ ریکارڈر بھی تھا جسے تم نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن اس وقت تم اس آدمی کی آواز تو پہچان ہی سکتی ہو، جو فرانسیسیوں کی طرح ڈال کو دال اور ٹ کو ت بولتا ہے۔ یہ اس کی کمزوری ہے، لیکن ٹرانسمیٹر پر بولتے وقت یہ سچ مچ فرانسیسیوں ہی کا سا لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا تھا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

مونا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر گوہن کہتا رہا۔ "سانگلو تم منظر عام پر آئے بغیر ہی ایک بہت بڑی سازش کررہے تھے، جن لوگوں سے تم کام لے رہے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا سرگروہ کون ہے۔ اس کام کے لئے تم نے مونا کو پھانسا تھا اور مونا نے گروہ ترتیب دیا تھا بس تم جو کہتے تھے وہ کرتی رہتی تھی۔ اس نے تمہارے لئے ناگر کو ملازم رکھا اور ناگر نے کچھ اور آدمی مہیا کیئے۔ تم خود تو مردہ کتے گھسیٹ نہیں سکتے تھے اس لئے تمہیں ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت تھی .... اور میری طرف دیکھو.... ڈاکٹر سانگلو.... کیپٹن کی طرف دیکھنے سے کیا فائدہ.... اگر تم نے مجھ سے سودا کرلیا تو یہ بیچارا آسمان بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس کی قبر یہیں بنے گی اور یہ نہیں ثابت ہوسکے گا کہ کیپٹن حمید نے کبھی یہاں قدم بھی رکھا تھا۔ ظاہر ہے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی

اتنا ہی جانتا ہے کہ صرف تم اور برونو یہاں آئے ہو۔"

"تمہارا باپ کرنل فریدی بھی جانتا ہے۔" حمید غرایا۔

"کرنل فریدی جیسے لونڈے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔" گوہن نے لاپروائی سے کہا۔ "اس کا بھی انتظام کر چکا ہوں۔ ہاں ڈاکٹر سانگلو.... جب وبا پھیلنے لگی تو مونا کرسٹی نے تم سے اس کا تذکرہ کیا کہ وہ بھی اس وبا کا شکار ہو گئی ہے۔ تم نے اُسے نمک اور پانی والا نسخہ بتایا کیونکہ ابھی تک برونو صاحب جادو کی ٹکیاں لے کر نہیں تشریف لائے تھے۔ اس نے نسخہ استعمال کیا اور ٹھیک ہو گئی۔ اس کی سہیلی پیکسی بھی اسی مرض میں مبتلا تھی۔ بھلا وہ اُسے کیوں نہ یہ نسخہ بتا دیتی۔ پیکسی نے یہ نسخہ مجھ تک پہنچایا۔ میرے تجربات نے یہ بتایا کہ نمک کی زیادہ مقدار خواہ کسی سیال میں استعمال کی جائے، خواہ اپنی اصلی شکل میں اثر بہرحال ہو گا.... اس لئے میں نے چائے والا اسٹنٹ تیار کیا۔ مقصد یہ تھا کہ تم لوگ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو اور میں تمہیں بلیک میل کروں.... آخر میں نے کیا قصور کیا ہے۔ مجھے بھی میرا حصہ ملنا چاہئے۔ اگر نہ ملا تو میں تمہاری آواز کا ریکارڈ اور دونوں ٹیوب جن پر صرف تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں، پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" ڈاکٹر برونو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"خاموش رہو ڈاکٹر.... یہ بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو غرایا۔

"اچھا اگر میں بکواس کر رہا ہوں تو مونا کرسٹی میرے پیچھے کیوں لگائی گئی تھی۔ پہلے وہ رضاکارانہ طور پر میرے ساتھ کام کرتی رہی تھی، پھر اس نے درخواست کی تھی کہ میں اپنے مکان کے کسی حصے میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دوں۔ میں تو واقف ہی تھا کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے لہٰذا مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا کیوں مونا کیا تمہیں اس کے لئے ٹرانسمیٹر پر ہدایت نہیں ملی تھی۔"

مونا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ تم فراڈ کر رہے ہو۔" سانگلو دہاڑا۔

حمید خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کی نظریں ہر طرف ہوتی ہیں۔ ب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اصل مجرم بھی اُس کے سامنے ہی تھے

اور ایک بلیک میلر بھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اُن دونوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس ایک نکتے پر دونوں ہی متفق ہو سکتے تھے کہ حمید کو مار ڈالا جائے۔

ڈاکٹر گوہن نے سانگلو کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا۔ "ڈاکٹر برونو تم سمجھدار آدمی ہو۔ تمہارے مقابلے میں سانگلو جاہل ہے۔ اس لئے کم از کم تمہیں تو اس کا خیال رکھنا ہی چاہئے کہ بات زیادہ آگے تو نہیں بڑھ رہی ہے۔"

"ڈاکٹر سانگلو.... ختم کرو....!" برونو نے کہا پھر حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اسکا کیا ہوگا۔"

"پانچ لاکھ.... کم سے کم مطالبہ ہے میرا۔" ڈاکٹر گوہن مسکرایا۔

"مجھے منظور ہے...." برونو نے کہا۔ "یہ رقم تمہیں آج ہی مل سکتی ہے۔ مگر یہ جاسوس۔"

"اسے تم دونوں قتل کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔"

برونو چند لمحے خاموش رہا پھر آہستہ آہستہ حمید کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر سانگلو اب بھی خاموش کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ لیکن پھر بیک بیک بول اٹھا۔

"ٹھہرو ڈاکٹر برونو.... جلد بازی اچھی نہیں ہے۔"

"کیا ٹھہروں....!" برونو غرایا۔ "تم اتنے گدھے ہو کہ تمہاری ہی وجہ سے اس کی نوبت آئی۔ ہم مطمئن تھے کہ تم ذہین آدمی ہو۔"

"اس کی ذہانت میں کوئی شبہ نہیں ہے ڈاکٹر برونو....!" گوہن نے کہا۔

"اب یہی دیکھو کہ اس نے کتنے پاپڑ بیل ڈالے محض اس کی خاطر کہ گروہ کے دوسرے آدمیوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ مونا کرسٹی کو نہ جانے کہاں کہاں نچاتا پھرا۔ پھر جعلی پاسپورٹ پر برما سے یہاں لایا۔ اُسے قابو میں رکھنے کے لئے یہی دھمکی کیا کم تھی کہ وہ یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بیچاری اپنے خلاف قانونی کاروائی سے بھی ڈرتی تھی۔"

"ارے چھوڑو....!" برونو ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اس سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ جاسوس کا انتظام کرو۔"

"تم ہی لوگ مارو اسے۔ میں تو بدھسٹ ہو گیا ہوں۔ کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔"

دفعتاً برونو نے حمید پر چھلانگ لگائی اور حمید جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر وہ گوہن کے ریوالور کی زد سے بچنا ہی چاہتا تھا کہ گوہن نے اردو میں کہا۔ "ہاں بیٹے حمید اب تم سمجھ بوجھ لو۔ میرا کام تو ختم ہو گیا۔"

حمید کی کھوپڑی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ یہ آواز سو فیصدی فریدی کی تھی۔

بس پھر کیا تھا۔ اس نے اچھل کر ایک بھرپور لات ڈاکٹر برونو کے سینے پر رسید کی اور وہ کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا اور اٹھتے اٹھتے اس نے ڈاکٹر گوہن سے کہا۔ ”تم کھڑے دیکھ رہے ہو ڈاکٹر۔ یہ ہم دونوں کا یکساں دشمن ثابت ہوگا۔“

اس بار حمید کا مکا اس کے جبڑے پر پڑا اور برونو نے ڈاکٹر گوہن کو ایک گندی سی گالی دی، جو ریوالور لئے ہونے کے باوجود بھی حمید پر فائر نہیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے ڈاکٹر سانگلو کو غیرت دلائی لیکن ڈاکٹر سانگلو جو بہت زیادہ پرسکون نظر آ رہا تھا بولا۔ ”تم ہی پٹتے رہو۔ مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ تمہاری حماقت تھی کہ تم کرنل فریدی کے فقرے میں آ گئے۔“

”کہاں ہے کرنل فریدی۔“ برونو حلق پھاڑ کر چیخا۔

”جس سے تم اتنی دیر سے بکواس کرتے رہے ہو حالانکہ میں تمہیں منع کر رہا تھا۔“ ڈاکٹر سانگلو نے پرسکون لہجے میں کہا۔

حمید کے پانچویں گھونسے پر ڈاکٹر برونو ڈھیر ہو گیا۔ مونا کرسٹی بے حد خوفزدہ تھی۔ روزا البتہ بُری طرح ہنس رہی تھی۔

دفعتاً حمید نے ڈاکٹر سانگلو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی اور جھلا کر اس کی طرف بڑھا۔

”نہیں کیپٹن! شریف آدمی مار دھاڑ سے دور ہی رہتے ہیں۔“ ڈاکٹر سانگلو ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”اچھی بات ہے حمید۔“ فریدی نے بھی مسکرا کر کہا۔ ”اس شریف آدمی کو ہاتھ مت لگاؤ۔“

”دروازہ کھلواؤ.... میں باہر جانا چاہتا ہوں۔“ ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔

”سسرال جانا چاہتے ہو تو میں کوشش کروں۔“ حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

”وقت نہ برباد کرو حمید دونوں کے ہتھکڑیاں لگا دو۔“ فریدی نے کہا۔

”مر گئے ہتھکڑیاں لگانے والے۔“ سانگلو چلتے چلتے رک کر انہیں گھورنے لگا۔ حمید آنکھیں نکال کر اس کی طرف جھپٹا تھا لیکن فریدی نے اُسے روکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ”کیوں کیا باقی رہا ہے۔“

”میرے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ تم نے جو آواز ٹیپ کی ہے وہ تمہاری ہی ہوگی کیونکہ تم آوازوں کے ایک کامیاب نقال ہو۔ جس طرح گوہن کا بہروپ بنا سکتے ہو اسی

طرح.... اور پھر بھلا میں بیچارہ کس شمار میں ہوں۔ رہے وہ ٹیوب جن کا ابھی تذکرہ ہوا تھا چونکہ نئی وضع کے ہیں اس لئے میں نے انہیں اٹھا کر دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان پر میری انگلیوں کے نشانات ضرور ملیں گے۔ نہیں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کرنل.... اور پھر میں یہ سب کچھ کرنے ہی کیوں لگا۔ آخر مجھے خواہ مخواہ کیا پڑی ہے کہ وبائیں پھیلاؤں گا۔"

"مگر ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ایک بلیک میلر سے بہت سی باتیں کی تھیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"یقیناً کی تھیں.... ابھی گھنٹوں کر سکتا ہوں لیکن عدالت میں تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔"

دفعتاً فریدی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر ایک بڑی میز سے جا ٹکا اور بس پھر لیبارٹری تباہ ہونے لگی۔ وہ شیشے کے مختلف آلات اٹھا اٹھا کر فریدی پر پھینک رہا تھا۔ حمید ایک ہی سپاٹے میں اس تک پہنچا اور لپٹ پڑا۔

ٹھیک اسی وقت ایک دروازے پر دستک ہوئی اور روزا نے آگے بڑھ کر قفل کھول دیا۔ بہت سے مسلح کانسٹیبل اندر گھس آئے۔ سب سے آگے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔

"شکریہ.... کرنل۔" اس نے کہا۔ "آپ نے واقعی بڑی چالاکی سے کام لیا تھا ورنہ یہ بدبخت عدالت میں ہم سبھوں کے لئے مستقل دردسر بن جاتا۔ یہاں کی پوری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے شروع سے آخر تک۔"

"گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے۔" سانگلو حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ہاں....!" فریدی کی گرجدار آواز لیبارٹری میں گونجی۔ "یہاں لیبارٹری میں ایک بہت زیادہ قوت والا ڈکٹا فون تمہارے داخلے سے پہلے ہی رکھ دیا گیا تھا۔ شروع سے اب تک کی ساری گفتگو برابر والے کمرے میں ریکارڈ ہوتی رہی تھی۔"

ڈاکٹر سانگلو پاگلوں کے سے انداز میں گالیاں بکنے لگا۔ ڈاکٹر برونو ابھی تک فرش پر بیہوش پڑا ہوا تھا۔

سب کچھ ہوا مگر حمید کو وجہ جرم نہ معلوم ہو سکی۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھی۔ اخبارات میں اس پکڑ دھکڑ کا کہیں ذکر تک نہیں آیا تھا۔ لوگ بدستور ڈاکٹر گوہن کو دعائیں دیتے رہے اور وباء کا زور ٹوٹتا رہا۔ شہر پھر پہلے کی طرح پر رونق نظر آنے لگا تھا۔ اب لوگوں کے بھڑک کر بھاگنے

کی خبریں نہیں سنی جاتی تھیں۔

فریدی کو حمید نے بہت ہلایا جلایا لیکن اس نے کچھ ایسے انداز میں خاموشی اختیار کرلی تھی جیسے ابھی یہ کیس نامکمل ہی ہو۔

"کیا بتاؤں....!" آخر ایک دن فریدی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ آدمی کے چھچھورے پن کی کہانی ہے۔ آدمی کتنا گر سکتا ہے اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے اس کیس میں جرم کی وجہ ایسی ہے کہ شاید ہی کسی کو اس پر یقین آئے۔ مگر دنیا کی وہ بڑی طاقتیں جو اپنے اقتدار کے لئے آپس میں رسہ کشی کر رہی ہیں۔ اس سے بھی زیادہ گر سکتی ہیں۔ ان کے بلند بانگ نعرے جو انسانیت کا بول بالا کرنے والے کہلاتے ہیں کتنے زہر آلود ہیں اس کا اندازہ مشکل ہے۔ یہ ایسے ہی ایک ملک کی کہانی ہے، جو اپنے حریف سے نپٹنے کے لئے ایشیاء کی لاش پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا ہے مگر کم از کم ہمارے ملک کے عوام اس سے بیزار ہی رہے ہیں، لہٰذا ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ یہاں ایک ناقابل فہم قسم کی وبا پھیلا کر اس کا علاج کیا جائے.... وبا پھیلی اور غیر ملکی طبی مشن آنے لگے۔ اس ملک کا وفد بھی آیا جس کے ایجنٹوں نے یہ وبا پھیلائی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ وہ اتنے اعلیٰ پیمانے پر ادویات نہیں تقسیم کر سکتا تھا کہ سارا شہر بیک وقت مستفید ہو سکتا اس لئے اس ملک کا طبی وفد جلد ہی شہرت نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اسی دوران میں اچانک ڈاکٹر گوہن نمک اور چائے والے نسخے کا اعلان کر کے ان کی ساری اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ جھلا گئے اور انہوں نے سوچا کہ اب ڈاکٹر گوہن ہی کی گردن پھنسا دینی چاہئے۔ وہ کامیاب بھی ہو جاتے لیکن گوہن تو وہی کر رہا تھا جو میں نے چاہا تھا۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ناگر کے ایک آدمی نے کسی پُر اسرار آدمی کی ملازمت کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔ میں ناگر کی نگرانی کرتا رہا۔ مونا کرسٹی بھی میری نظروں میں تھی، لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ مردوں سے کتراتی تھی، لہٰذا اب ایک لڑکی کی ضرورت پیش آئی، جو مونا سے دوستی کر سکے۔ نظرِ انتخاب ہلدا پر پڑی اور میں نے اسے فن آئی لینڈ سے غائب کرا دیا۔ ہلدا کو علم تھا کہ ایسا ہوگا کیونکہ میں نے اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا اور اس طرح غائب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ناگر صرف میری طرف سے محتاط ہو جائے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ جو مجرم جتنی زیادہ احتیاط برتے گا اتنی ہی جلدی گرفت میں بھی آ جائے گا۔ ناگر کے ساتھ یہی ہوا۔ وہ احتیاط برتنے کے سلسلے میں

بے شمار غلطیاں کرتا چلا گیا۔ ویسے خود اُسے بھی فکر تھی کہ کسی طرح اس نامعلوم باس کا پردہ فاش کردے، جو اسے انگلیوں پر نچا رہا ہے دوسری طرف ہلدا نے پیکسی کے روپ میں مونا سے دوستی بڑھالی۔ میں نے اُسے اسی لئے منتخب کیا تھا۔ وہ بہت جلد دوستی پیدا کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر سانگلو نے مونا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی دوست لڑکیوں سے بداخلاقی سے پیش آئے اور پھر دیکھے کہ اس کے بعد بھی کوئی لڑکی اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتی ہے یا نہیں۔ لیکن مونا نے اسے یہ نہیں بتایا کیونکہ وہ پیکسی جیسی پیاری لڑکی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی وہ اس سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اس سے نہ ملا کرے.... اسی دوران میں وباء اچھی طرح پھیل گئی اور پیکسی یا ہلدا بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ مگر مونا نے اُسے نمک کے پانی والا نسخہ بتا دیا۔ پھر وہ نسخہ میرے توسط سے ڈاکٹر گوہن تک پہنچ گیا اور ہم دونوں نے گھنٹوں غور و غوص کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ سادہ پانی کی بجائے چائے کا اعلان کیا جائے اور وہ اتفاقات بھی عوام کی نظروں میں لائے جائیں جن کے تحت وہ نسخہ اچانک دریافت ہو گیا تھا۔ غرضیکہ پھر سانگلو نے مونا کو بھی ڈاکٹر گوہن کے پیچھے لگا دیا۔ ادھر ناگر نے جو اُسے ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دیکھا تو یہی سمجھا کہ ڈاکٹر گوہن ہی ان کا پُر اسرار باس ہے کیونکہ اس دوران میں ناگر پر کچھ حملے بھی ہو چکے تھے۔ اس نے جھلاہٹ میں ڈاکٹر گوہن پر کئی فائر جھونک مارے۔ بڈھا پھرتیلا ہے اس لئے بچ گیا۔ جب مونا ادھر آ گئی تو ہلدا کو دوسرے میک اپ میں پیش کیا گیا۔ یہ ڈاکٹر گوہن کی سیکریٹری روزا تھی.... میں نے تمہیں سانگلو کے پاس اسی لئے بھیجا تھا کہ اس کے آئندہ کے ارادوں کا اندازہ کر سکوں۔ تم نے جو کچھ مجھے بتایا اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی چیز ڈاکٹر گوہن کی لیبارٹری تک پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ گرفت میں لینے کے لئے بہترین موقع تھا۔ بس اسی دن ڈاکٹر گوہن کے میک اپ میں میں آ گیا۔ نتیجے کے طور پر تم نے ان لوگوں کی شکست دیکھ لی۔"

"مگر ان کا ہوا کیا....!"

"بند کمرے میں ان کا مقدمہ چل رہا ہے۔ مونا سرکاری گواہ بنالی گئی ہے۔ چونکہ اس معاملے میں کچھ بین الاقوامی قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اس لئے منظر عام پر نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ اس ملکی غدار سانگلو پر کچھ دوسرے سنگین الزامات عائد کر کے کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اُسے سزا تو بہر حال ملنی چاہئے۔"

"مگر اتنی ذرا سی بات کے لئے اتنا ہنگامہ۔"

"اوہ.... یہ ذرا سی بات نہیں تھی، حمید صاحب! تم خود سوچو کہ اگر درمیان میں ڈاکٹر گوہن لا نسخہ نہ نکل پڑتا تو برونو ہی کا وفد کامیاب ہوتا۔ اپنی کوششوں میں اور ہمارے عوام میں جو اس ے ملک کے خلاف بُرے خیالات پائے جاتے تھے۔ کیا وہ برقرار رہتے.... ارے یہ بڑی طاقتیں ی طرح تو ایشیا پر سکہ جما رہی ہیں۔ کہیں غلہ تقسیم ہو رہا ہے کہیں کپڑے بانٹے جا رہے ہیں اور ۔ کسی وباء کا خاتمہ کرنے کے لئے مفت دوائیں بھاری مقدار میں تقسیم کی جا رہی ہیں، جہاں ان زوں کی ضرورت نہیں ہوتی، وہاں بھی ضرورت پیدا کرلی جاتی ہے۔ طریقہ یہی ہوتا ہے جو رے یہاں اختیار کیا گیا تھا۔ مصنوعی قحط پیدا کئے جاتے ہیں۔ مصنوعی وبائیں پوری پوری بستیوں دھاوا بول دیتی ہیں اور پھر یہ فرشتے آکر ہمارے آنسو بھی پونچھتے ہیں، اور ہماری دعائیں بھی جاتے ہیں۔ کتنا کمینہ ہے آدمی.... ذرا سوچو تو.... کیا وہ کتوں کے ساتھ بھی باندھے جانے لائق ہے؟"

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔

"اس وباء کے متعلق دنیا کا جو کچھ بھی خیال رہا ہو مگر قاسم بہت دور کی کوڑی لایا تھا۔ اس کا ل تھا کہ ایک طلسمی لڑکی نے شہر بھر پر ڈنڈے برسائے۔ پہلے سب کا دماغ ٹھنڈا ہوا اور پھر گرم گیا۔ بس دورے پڑنے لگے۔ قاسم پر تو پٹنے کے دوسرے دن ہی دورہ پڑا تھا۔"

جب اس کے باپ پر بھی دورہ پڑا تو اس نے بسور کر کہا۔ "ہائے.... کم بخت نے بابا جان کو نہ چھوڑا۔ ان کے بڑھاپے پر بھی رحم نہ کیا۔" پھر خود ہی لہک کر بولا تھا۔ "ارے واہ.... یہ ھاپے میں کیا سوجھی تھی.... اظہار محوبت کر بیٹھے.... ہی ہی ہی۔"

وہ منہ بنا کر دیر تک ہنستا رہا تھا۔ کسی طرح اس کے باپ کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑ گئی پھر جو اسی اختلاج کے عالم میں قاسم کی پٹائی شروع ہوئی ہے تو ساری کوٹھی ہل کر رہ گئی اور م ہفتوں بستر ہی سے ہلنے کو ترستا رہا۔ لیکن لڑکی کا راز اسے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔

تمام شد